

بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے

پرِ نعم الہ آبادی

مرتب: اقبال پیام

مڈ اقبال ماہری
0322-6258516

بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے،

پُر نَمِ اِلہ آبادی

ایک بستان ۰ لاہور



اُستاد پُرنم الہ آبادی، اُستاد نصرت فتح علی خان کے ساتھ
اُن کی صاحبزادی کو گود میں لیے ہوئے



محمد اقبال پیام اپنے اُستاد محترم پُرنم الہ آبادی کے ساتھ

رکا ہے آنکھوں میں دم یہ پیام کہہ دینا
مرے حبیب کو میرا سلام کہہ دینا

یہاں نہیں تو چلو حشر میں ملیں گے ہم
یہ کہہ رہا تھا کوئی تشنہ کام کہہ دینا



اُستاد قمر جلالوی اور اُستاد پرنم الہ آبادی کا ایک یادگار فوٹو



اُستاد پرنم الہ آبادی کا قتل شفائی، شہزاد احمد، امجد اسلام امجد، اُستاد حامد علی خان اور دیگر احباب کے ہمراہ یادگار فوٹو



جو رنج و غم سے ٹکراتے نہیں ہیں
وہ لطفِ زندگی پاتے نہیں ہیں
جو راحت کی طلب رکھتے ہیں دیکھو
مصیبت سے وہ گھبراتے نہیں ہیں



ترتیب

- 11 پرغم الہ آبادی سچے عاشق رسولؐ تھے..... عطا الحق قاسمی
- 12 حضرت پرغم الہ آبادی ایک عہد ساز شاعر..... اقبال راہی
- 14 ”بھردو جھولی میری یا محمد ﷺ“ کے خالق پرغم الہ آبادی..... حسن عباسی
- 15 درویش صفت شاعر..... صوفی محمد ندیم
- 16 ایک مثالی انسان، ایک نامور عاشق رسول ﷺ..... اُستاد حامد علی خان
- 17 مبارکباد..... ابرار احمد اسیر
- 17 پرغم الہ آبادی ایک شہرہ آفاق شاعر..... امجد فرید صابری قوال
- 18 روشنی کے سفیر تھے پرغم..... رفعت علی علوی
- 20 ہیں مگر سب سے جدا اُستاد پرغم..... محمد اقبال پیام
- 23 عرض ناشر..... عبدالتین ملک
- 27 نعت رسول مقبول ﷺ
- 29 سلام
- 31 منقبت: حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ
- 33 غزلیات
- 35 بے وفاسے بھی پیار ہوتا ہے
- 37 آکاش اس بات کی ہم کو ہوتی خبر بے خطا دل ہمارا دکھاؤ گے تم
- 38 امرے جیتے جی جہاں میں جو کبھی نہ کام آیا
- 39 آپ کے انتظار نے حال عجب بنا دیا
- 40 محبت میں تیری کیا کیا نہ دنیا کے عذاب آئے

82 مرے ہمد مری محفل کی زینت ان کے دم سے ہے
83 تمہاری باتوں سے غم کا چارہ نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا
85 تھا عجب شوخ نظر وہ سر محفل تنہا
87 کیسے کہوں سرکار کا احسان یہ کم ہے
88 ترے شوق کی بدولت جو مجھے نہ پیار ہوتا
89 جب ترا وعدہ شب یاد آیا
90 تھی کبھی خوشی دل کو اب تو غم اٹھانا ہے
92 ارماں ہے زندگی میں اک بار ایسا ہوتا
94 باد کوئے نگار آئی ہے
96 جانے لگے تو عشق کا اور بڑھا کے غم گئے
97 غیر سے بات پیار کی کر لی
99 سُن کے جو میری التجا ہنس کے گلے لگالیا
101 وہ ٹھمت ہم پہ دھرنا چاہتے ہیں
103 حُسن والے تیرا دیوانہ ہوں میں
105 اُنہیں عشق میں مہجلا دیکھتے ہیں
107 اپنے جانے کی خبر جب وہ سنا دیتے ہیں
108 جُدا یاس و غم سے کہاں زندگی ہے
110 عشق آنسو بھی ہے ترانہ بھی
112 جب سے سچائی کے خادم ہو گئے
113 نگاہوں سے کھینچی ہے تصویر میں نے ذرا اپنی تصویر آ کر تو دیکھو
114 دین و ایمان نثار کرتے ہیں
116 یہ اب تو ہی بتا ٹھکرانے والے سوچ کر دل سے

41 ہماری طرف سے سلام ان کو دینا تو کہہ دینا قاصد سلام آخری ہے
42 مصیبت سے دل نادان گھبرا یا نہیں کرتے
43 جو عرضِ تمنا کی سماعت نہیں کرتا
45 جھوٹا پیار جتانے والا
47 جو میرے دل کی خوشی یا رکی خوشی ہو جائے
49 جہاں میں رہ کے جہاں سے غرض نہیں رکھتے
51 دھڑکنوں کے رباب ٹوٹ گئے
53 جنوں جب سے فسانہ ہو گیا ہے
55 حُسن پہ جان فدا ہو گئی
57 علاجِ درد سے جو بے خبر ہیں
60 ہے تصور میں ٹھکانہ یار کا
62 اگر نہ زُخ سے اٹھاتے نقاب کیا کرتے
64 پالیا ان کو ہر اک راہ گزر سے پہلے
66 ملا چینِ زندگی کو یہ ہزار شادمانی
68 بدلی ہوئی آج ان کی نظر دیکھ رہا ہوں
70 ابھی یہ خبر نہیں ہے تجھے اوستم کے بانی
71 مرا غم مری زبانی نہ سنو کہ رو پڑو گے
72 کر دیا زخمی کلجہ عاشقِ دل گیر کا
74 تو نگاہیں پھیر کے بے سبب یہ ملال بہرِ خدا نہ دے
75 آس اُن کی دم آخر تسکین کا چارہ ہے
77 ترا خیال بھی اے حُسن یار کیا کم ہے
78 جس طرف وہ نظر ہو گئی
80 زُلفِ بکھیری ہاتھ سے پہلے

پُرِ نَمِ الہ آبادی سچے عاشقِ رسول تھے

شاعر تو ہر دور میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود رہے ہیں لیکن پُرِ نَمِ الہ آبادی کے حصہ میں جو شہرت اور عزت آئی وہ شاید ہی کسی اور شاعر کا مقدر بنی ہو۔ اُن کا کلام ملک کے نامور قوالوں اور گلوکاروں نے گایا۔ پُرِ نَمِ الہ آبادی ایک درویش صفت انسان اور سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے وہ چاہتے تو اپنی شہرت سے بہت سے دنیاوی فائدے حاصل کر سکتے تھے مگر انہوں نے دنیاوی زندگی کی نسبت اُخروی زندگی کو ترجیح دی اور خود کو درِ نبی ﷺ کا گدا بنا کر توشیہ آخرت کا سامان کیا۔ ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ اُن کی غزلیات کا دوسرا مجموعہ ہے جسے اُن کے باوفا اور جاں نثار شاگرد محمد اقبال پیام نے مرتب کیا ہے۔ اُن کی وفات کے بعد جس طرح اقبال پیام نے اُن کی ذات کا پرچم بلند کیا ہے یہ جذبہ بھی صد لائق تحسین ہے ورنہ مادی ترقی کے اس دور میں روحانی سلسلوں کو کون یاد رکھتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت پُرِ نَمِ الہ آبادی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے شاگرد اقبال پیام کو دنیا اور آخرت میں اس کا اجر دے۔ (آمین)

عطا الحق قاسمی

05-03-2015

لاہور

- ہمیں معلوم ہے سُن لو کہاں ہے 117
جس پہ جادو کُسن کا چلتا رہا 119
دنِ ترے رنج سے نجات نہیں 121
کچھ غم نصیب اُن کے دیوانے رہ گئے ہیں 123
میزِ اول تم ہو میری جاں تم ہو 125
پیار میں دل کو راحت ملے گی زندگی کو سہارا ملے گا 127
چراغِ داغِ دل مدھم نہ ہوں گے 128
عشق میں قلب و جگر بھی نہ ہمارے نکلے 129
کیا کیا ساقی یہ تو نے منہ کو مجھ سے موڑ کے 131
دن کے ڈھلنے کا نام ہو جائے 133
آپ نے آ کے طبیعت میری بہلائی ہے 135
مقابلہ کُسن و عشق 137
انظم: شرابی کا سوال اور غیبی آواز 143

گیت

- تو ناہوادل لے کر ایسے پھرتا ہوں میں در و در میں 149
تو بچن ہمارا ہے 150
میں تری جان ہوں تو مری جان ہے 152
آ جا رہے موراؤ نا پڑ اسنار 154
156

منتقرقات

- 158
160

871

872

حضرت پر نعم الہ آبادی ایک عہد ساز شاعر

حضرت پر نعم الہ آبادی ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ زود گوئی پر بھی انہیں عکسہ حاصل تھا ان کا نعتیہ کلام مقبولیت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں اور اردو زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ وہاں محترم پر نعم صاحب کا نام اور کلام بڑی تابناکی سے گونج رہا ہے۔ ان کے کلام کو یکجا کر کے شائع کرنا ایک کٹھن کام تھا مگر اللہ نے ان کے ایک شاگرد اقبال پیام کو یہ توفیق دی۔ ہمارے ہاں ایسی مثالیں بہت کم ہیں، اقبال پیام بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ پر نعم الہ آبادی کے ساتھ ایک سفر مجھے اب تک یاد ہے۔ دو ریابوب میں ملک خدا بخش بچہ نے جبکہ آباد میں ایک مشاعرہ کرایا وہ ہمارا ابتدائی دور تھا۔ ہم استاد محترم حضرت احسان دانش کے ہمراہ اس مشاعرے کی صدارت استاد قمر جلالوی نے کی یہ ہمارا پہلا اور استاد قمر جلالوی کا آخری مشاعرہ تھا۔ اس کے کچھ روز بعد فن کا یہ سورج ڈوب گیا۔ یہاں پر نعم الہ آبادی نے اپنا کلام سنا کر حاضرین کے دل موہ لیے اس مشاعرے کے بعد پر نعم صاحب سے بے شمار ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ پیسہ اخبار میں افضل دواخانے میں آکر بیٹھتے تھے وہاں حکیم فرقان صاحب اور دیگر دوستوں سے ادبی موضوعات پر گفتگو ہوتی تھی۔ اتوار کو پر نعم صاحب اپنے کمرے میں ایک خاص محفل برپا کرتے تھے جس میں چند شاعر دوست اپنا کلام سناتے تھے اور لنگر بھی تناول فرماتے تھے۔ کبھی کبھی دہلی مسلم

ہوٹل میں مقیم کھتک مہاراج کے کمرے میں ملاقات ہوتی تھی۔ جہاں نوجوان لڑکے لڑکیاں موسیقی اور رقص کی تعلیم سیکھنے آتے تھے کراچی سے واپسی پر ان کی طبیعت مضطرب رہنے لگی۔ آخر 29 جون 2009 کو ادبی افق پر جگمگانے والا یہ ماہتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ مگر وہ اپنے کلام کی صورت میں آج بھی لاکھوں دلوں میں زندہ ہے اور جب تک دنیا قائم ہے یہ نام غالب، مہر، مومن، داغ، جگر، فراق اور احسان دانش کی طرح زندہ و پائندہ رہے گا۔

اقبال راہی

لاہور

”بھردو جھولی میری یا محمد ﷺ“ کے خالق پرئم الہ آبادی

بچپن میں ”بھردو جھولی میری یا محمد ﷺ“ کی صداکانوں میں پڑتی رہی۔ اُس وقت میں اس قوالی کے خالق سے نا آشنا تھا اور جب آشنا ہوا تو پرئم الہ آبادی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُن سے ملنے کی خواہش تو خواہش ہی رہی مگر اُن کے شاگرد محمد اقبال پیام سے دوستی کیا ہوئی کہ پرئم الہ آبادی سے ملاقاتوں کا لاتنا ہی سلسلہ چل نکلا۔ اُن کے کلام سے آشنائی ہوئی، اُن کی زندگی کے ایک ایک گوشے سے پیام نے ہمیں واقف کیا۔ اُٹھتے بیٹھتے اُن کا ذکر لبوں کی زینت بن گیا۔ اقبال پیام سے شاید ہی کوئی ملاقات ایسی ہو جس میں پرئم صاحب کا ذکر نہ ہوا ہو۔ پیام نے اپنی زندگی اپنے اُستاد کے نام کر دی ہے۔ موجودہ زمانے میں ایسی مثال ملنا محال ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اقبال پیام کو اس کا بھرپور اجر دے۔ (آمین)

حسن عباسی

لاہور

درویش صفت شاعر

اُستاد پرئم الہ آبادی اردو شاعری میں ایک اعلیٰ اُستاد کا درجہ رکھتے تھے۔ جن کے پرستار پوری دنیا میں موجود ہیں۔ طبیعت میں پختگی، دورانہدیشی تھی۔ محبت کے جذبے سرشار اور بڑے خوددار تھے۔ صوفی شاعر تھے ایسے صوفی منش شاعر صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُستاد پرئم میرے بڑے پرانے اور بے لوث محبت کرنے والے دوست تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے ہونہار شاگرد اقبال پیام سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا انہوں نے اُستاد پرئم کے نام بزم پرئم بنا رکھی ہے اور اُن کی دو کتابیں بھی شائع کروائی ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اقبال پیام جیسے شاگرد بھی اس دور میں موجود ہیں جو اپنے اُستاد محترم کے مشن کو لے کر چل رہے ہیں اور ان کے عشق میں ہر جمعرات کو ان کی یاد میں محفل میلاد، ختم شریف اور ماہانہ محفل مشاعرہ منعقد کرواتے ہیں اور اب تیسرا مجموعہ ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ کے نام سے پیش کیا ہے۔ اقبال پیام کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے اور میں تہہ دل سے اقبال پیام کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر کام میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

صوفی محمد ندیم

قادری چشتی قلندری

لاہور

مبارک باد

اُستاد پُرئم میرے بڑے اچھے دوست اور کرم فرما تھے۔ جہاں تک اُستاد پُرئم کی شاعری کا تعلق ہے تو بلاشبہ ان کی شہرت اور مقبولیت کی کوئی حد نہیں۔ اقبال پیام کا یہ کارنامہ یقیناً قابلِ تحسین اور لائقِ تقلید ہے اور میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ابرار احمد اسیر
کراچی

پُرئم الہ آبادی ایک شہرہ آفاق شاعر

”بھردو جھولی میرے یا محمد ﷺ“ کے خالق پُرئم الہ آبادی کے کلام نے میرے والد غلام فرید صابری کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ میرے لیے بھی یہ اعزاز کم نہیں کہ میں بھی ہر محفل میں اُن کا ہی کلام گاتا ہوں۔

پُرئم الہ آبادی ایک عہد ساز شخصیت ہے۔ ایسی نابغہ روزگار ہستی مدتوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ اقبال پیام اس حوالے سے خوش قسمت ہے کہ نہ صرف اُن کی زندگی میں اُسے پُرئم صاحب کی شاگردی اور خدمت کرنے کا شرف ملا بلکہ پُرئم صاحب اُسے بہت عزیز رکھتے تھے۔ مجھے امید ہے کہ پیام کی مرتب کردہ کتاب ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ پُرئم صاحب کی زندگی اور شاعری کے بہت سے مخفی گوشوں کو دکھائے گی۔

میری دعا ہے اللہ پُرئم صاحب کو اپنے سایہ رحمت میں رکھے۔ (آمین)

امجد فرید صابری قوال
کراچی

ایک مثالی انسان ایک نامور عاشق رسول ﷺ

میرا شمار اُستاد پُرئم الہ آبادی کے عقیدت مندوں میں ہوتا ہے وہ اپنے چاہنے والوں سے بے حد محبت کرتے تھے ان کی عاجزی، انکساری، ملنساری بھی ان کی وجہ شہرت تھی انہوں نے نعت رسول ﷺ کے حوالے سے جو نام کمایا وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے اُن کا کلام روح کو سرشار کرنے کا واحد ذریعہ ہے جس دور سے ہم لوگ گزر رہے ہیں اس میں حضرت پُرئم جیسے مثالی انسان کی اشد ضرورت تھی، مگر موت نے یہ اثاثہ ہم سے چھین لیا لیکن وہ اپنے جذب و کیف میں ڈوبے ہوئے کلام کی صورت ہم سب میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ان کا نام نعت کے حوالے سے چمکتا رہے گا۔

میں اقبال پیام کی اس محبت و عقیدت کا بھی قائل ہوں جو وہ اپنے اُستاد محترم حضرت پُرئم الہ آبادی کے لیے، اپنے دل میں رکھتے ہیں پُرئم صاحب کا مجموعہ بھی وہ شائع کر رہے ہیں، دعا ہے ان کا اقبال مزید بلند ہو۔

عالمی شہرت یافتہ گلوکار

اُستاد حامد علی خان، لاہور

روشنی کے سفیر تھے پُرِ غم

تقسیم ہند کے بعد پتھروں کا جوتا ج تھا وہ ہندوستان کے حصے میں رہ گیا اور
اُردو ادب کا جوتا ج محل تھا وہ پاکستان کے حصے میں آ گیا اور وہ تھے حضرت پُرِ غم الہ
آبادی صاحب اقبال پیام جو میرے اُستاد بھائی بھی ہیں مگر انہوں نے بہت بڑا کام
کیا۔ اپنے اُستاد کے نام کو زندہ رکھا اور ان کے مشن کو جاری رکھا۔ میں انہیں مبارک
باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کرے کامیاں ان کے قدم چومیں۔ آمین

روشنی کے سفیر تھے پُرِ غم
شاعر بے نظیر تھے پُرِ غم

کارواں شاعروں ادیبوں کا
کارواں کے امیر تھے پُرِ غم

رات کو بادشاہ محفل کے
اور دن کو فقیر تھے پُرِ غم

پی کے کرتے ہیں فاش رازِ حیات
رند روشن ضمیر تھے پُرِ غم

ہم تن سرخوش و سرمستی
غم کے سینے پہ تیر تھے پُرِ غم

آؤ دیں اس کو بھر کے جام شراب
بے خودی کے اسیر تھے پُرِ غم

کرتے تھے اُن کے ہاتھ پر بیعت
نوجوانوں کے پیر تھے پُرِ غم

قلبِ رفعت میں یاد ہے اُن کی
رفعتوں کے سفیر تھے پُرِ غم

رفعت علی علوی

پیر بھائی، شاگرد

ہری پور ہزارہ

ہیں مگر سب سے جُدا استاد پرِ نَم

اُستاد محترم پرِ نَم الہ آبادی ہر دور کے شاعر تھے اور ہر دور میں آپ کا کلام اور فن زندگی میں نئی جہتیں پیدا کرے گا۔ یہ امر باعث مسرت ہے اور یہ کم کم لوگوں کے نصیب میں ہے۔ آپ اس پر بھی مبارکباد کے مستحق ہیں اور خوش نصیب بھی۔ آپ کا کلام بھردو جھولی مری یا محمد جو حضور اکرم ﷺ کے در پر پڑھا گیا اور اس کے علاوہ دیگر کلام جو ہر قول نعت خواں اور گلوکار نے پڑھا اور آج بھی آپ کا کلام سنا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان کے اشعار میں مختلف کیفیات کا اظہار ہے۔ وہ بلند کردار انسان اور عظیم شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں اکثر فکر اور جذبے کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تجربے نے انہیں بہت کچھ سکھایا۔ وہ ہر بات میں مخصوص رنگ سودیتے تھے۔ اُستاد محترم کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں جنہیں میں بھلا نہیں سکتا۔ اُستاد مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اور میرا تخلص پیام انہوں نے رکھا تھا۔ 2009 میں ان کے وصال کے بعد میں نے ان کے نام پر بزم پرِ نَم بنائی، ہر جمعرات کو انارکلی میں محفل میلاد اور ماہانہ مشاعرہ منعقد کراتا ہوں۔ اُستاد کی نشانیاں اور یادگار اشیاء ان کا قلم، عینک، کپڑے، واسکٹ وغیرہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کے نام سے بزم پرِ نَم لاہوریری بھی بنا رکھی ہے۔ میں نے اپنی پوری زندگی اُستاد کے مشن کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ آپ نے ہمیشہ محبت، خلوص اور صداقت کا درس دیا۔ میں یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اُستاد محترم سے شاعری میں ایسی نامور شخصیات بھی اصلاح لیتی رہیں جو بڑی گدی کے سجادہ نشین اور بہت سے عہدے پر فائز ہوئے۔ مثال کے طور پر حضرت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے سجادہ نشین حضرت پیر سید

نصیر الدین نصیر شاہ گولڑویؒ صاحب، حضرت نقیب اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت صوفی کرل عظمیٰ اللہ شاہ اور محبوب الہی عطاہری پور، جاوید قریشی، ابرار اسیر (کراچی)، رفعت علی علوی۔ یوں تو نعتیہ کلام اور قوالیاں بہت خوب ہیں اور خوب لکھی جاتی رہیں گی لیکن ”بھردو جھولی مری یا محمد ﷺ“ سُن کر جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسے احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے اور میں خود کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اُستاد محترم نے مجھے اپنی شاگردی میں لیا اور اب آپ کی خدمت میں اُستاد محترم کی غزلوں کا مجموعہ ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ کے نام سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں اپنے پیرو مرشد سائیں بابر بشیر صاحب مدظلہ عالی اور اپنے ماں باپ کی دعاؤں سے آج اس مقام پر ہوں کہ اُستاد کا کلام شائع کر رہا ہوں آخر میں عالمی شہرت یافتہ شاعر حسن عباسی اور صوفی ندیم احمد قادری چشتی قلندری، اقبال شیخ، محمد اجل (پیر بھائی)، واصف حنیف اور عظیم شاعر اور انسان اقبال راہی کی محبتوں کا شکر گزار ہوں۔ میں اپنی شریک حیات کی محبتوں اور ایثار کا مقروض ہوں کہ انہوں نے میری ادبی سرگرمیوں میں حائل ہونے کی بجائے میری حوصلہ افزائی کی اور مقدور بھر میرا ساتھ دیا۔ اُستاد محترم کی نعتوں کا مجموعہ ”بھردو جھولی مری یا محمد ﷺ“ بھی مکمل ہو چکا ہے اور بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ میں ادبستان پبلشرز کے چیف ایگزیکٹو عبدالستین ملک کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔

ایک اعزاز اور جس پر میں بجا طور پر فخر کرتا ہوں کہ اُستاد قمر جلالوی کے آخری شاگرد جناب پرِ نَم الہ آبادی تھے اور اُستاد پرِ نَم الہ آبادی کا آخری شاگرد یہ نیاز مند ہے۔

خاک پائے اُستاد پرِ نَم الہ آبادی

محمد اقبال پیام، لاہور

راہ بر اور رہنما اُستاد پُرِ غم
رہ گزر کا ہیں دیا اُستاد پُرِ غم

نعت کی کرنیں مسلسل پھوٹی ہیں
روشنی کا سلسلہ اُستاد پُرِ غم

بزم پُرِ غم کا علم لے کر چلا ہوں
دے رہے ہیں حوصلہ اُستاد پُرِ غم

ایک لمحے کے لیے بھولے نہیں ہیں
دل میں رہتے ہیں سدا اُستاد پُرِ غم

اس جہاں میں اور بھی شاعر بہت ہیں
ہیں مگر سب سے جدا اُستاد پُرِ غم

نعت کے دیوانے سر دُھنتے رہیں گے
کہہ گئے ہیں جانے کیا اُستاد پُرِ غم

اب پیام اس کے علاوہ کیا دعا ہو
شالا جیوے بس مرا اُستاد پُرِ غم

محمد اقبال پیام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

آج دروازے کھلے رہنے دو
یاد کی آگ دہک اٹھی ہے

سال 2014ء دسمبر کی 9 تاریخ کو انگریزی ادویات لینے چپ میڈیکل سنور
انارکلی گیا تو دکان کے باہر ایک بینر آویزاں تھا جس پر لکھا تھا کہ ”پھول دیکھے نہ گئے“ کے
خالق حضرت پُرِ غم الہ آبادیؒ کی یاد میں محفلِ سماع 12 دسمبر 2014ء بروز جمعہ المبارک بعد
نماز مغرب بمقام حجرہ شریف حضرت پُرِ غم الہ آبادیؒ، دوسری منزل چپ میڈیکل سنور انارکلی
لاہور منعقد ہو رہی ہے۔“

میں جب دکان کے اندر گیا تو دو کانسز دیا اور ساتھ ہی آویزاں بینر پر گفتگو ہوئی
اسی دوران چپ میڈیکل سنور کے مالک شیخ اقبال محمود صاحب نے اپنا تعارف کروایا اور
کاؤنٹر کے اندر سے دعوتی کارڈ نکالا اور میرا نام لکھ کر مجھے عنایت کر دیا۔ میں نے شکریہ ادا
کیا اور پھر میڈیسن خرید کر کے خوشی خوشی چلا آیا۔ اب تجسس کے ساتھ اُس دن کا انتظار کرتا
رہا کہ محفل میں جاؤں اور پُرِ غم الہ آبادی صاحب کی شخصیت کا تعارف اور اُن کے کلام سے
آگاہی ہو۔ تاہم میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچا اور شیخ اقبال محمود صاحب نے میرا پر تپاک
استقبال کیا اور یہ بتایا کہ اس منزل پر حضرت پُرِ غم الہ آبادیؒ رہائش پذیر تھے۔

مجھے یہ حجرہ شریف دیکھ کر احسان دانش صاحب یاد آ گئے وہ بھی اسی انارکلی بازار
کی ایک منزل میں رہائش پذیر تھے اور میں زمانہ طالب علمی میں کبھی کبھار اُن سے ملنے جایا

کرتا تھا۔ یاد رہے کہ لاہور کا انارکلی بازار، کراچی کی زیب النساء سٹریٹ اور دہلی کا کنات پلس شاپنگ کے علاوہ میرے دل کی دنیا کا حصہ ہیں کہ جب طبیعت اُداس اور پریشان ہوتی ہے تو جس شہر میں ہوں، میں ان بازاروں کا زرخ ضرور اختیار کرتا ہوں۔ میٹرک کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی سرکاری ملازمت بھی اختیار کر لی۔ دو سال کالج اور ملازمت ایک پختہ دو کالج رہے۔ ملازمت سے واپس گھر لوٹنے کے راستے میں انارکلی بازار سے گزرتا تھا۔ اسی عرصہ کے دوران انارکلی بازار نیلا گنبد والی سمت میں ایک شخص بانسری بجایا کرتا تھا اور میں ایک کونے میں ننھے بچوں کی مانند گم سم کھڑا ہو جاتا اور بانسری سنتا رہتا۔ ایک روز بانسری والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے یہ بجانا سکھا دو گے تو اس نے مجھے اکیڈمی کا پتہ دیا جو کہ مال روڈ پر واقع ہے۔ میں اگلے روز اکیڈمی پہنچا اور داخلہ لے لیا۔ بانسری کو خوب انجوائے کیا اور کچھ عرصہ بعد اس کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ اسی دوران گوئٹے انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لیا لیکن سرکاری ملازمت کے دوران میری اس طرح کی کلاسیں ادھوری ہی رہیں تاہم یہ ایک برہنیل تذکرہ میری ایک مختصر کہانی ہے۔ جس کا تقصیذا ذکر اپنی خودنوشت ”حیات جاوداں“ میں کیا ہے۔ ”حیات جاوداں“ کے آخری دو باب ابھی زیر تحریر ہیں۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی پُرئم الہ آبادی صاحب کے حجرہ میں محفل سماع کی۔ اس تقریب کے اختتام پر شیخ اقبال محمود صاحب نے چند دوستوں سے ملوایا جن میں اقبال پیام صاحب جو بزم پُرئم کے روح رواں ہیں اور صوفی ندیم احمد صاحب جو بزم پُرئم کے منتظم اعلیٰ ہیں اور اقبال پیام صاحب کے مرشد حضرت محمد بشیر بابر بمعروف صاحب جی سرکار مدظلہ العالی سے ملاقات کروائی۔ آپ حضرت نخی سائیں علی محمد سرکار (ہری پور ہزارہ) کے گدی نشین ہیں۔ اس محفل میں نعت گو اور قوال حضرات نے پُرئم الہ آبادی صاحب کا کلام سنایا جس سے طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ پُرئم الہ آبادی صاحب کی مشہور نعتیں، دل آویز

غزلیں اور مقبول گیت تو اکثر سننے میں آتے تھے لیکن یہ تغیر میں نہ آیا کہ صاحب کلام کون ہے۔ یہ عقدہ اس تقریب میں کھلا اور حیران اس بات پر تھا کہ پاک و ہند کا عظیم شاعر انارکلی بازار میں گوشہ نشین ہے اور مجھ ایسے مجلسی انسان کو خبر تک نہ ہوئی۔ کاش کہ میں پُرئم الہ آبادی صاحب سے ملا ہوتا۔

اس محفل میں شمولیت کرنے سے میرے محبوب دوستوں کی فہرست میں اضافہ ہوا ہے۔ تقریب کے اختتام پر میں نے ان اصحاب کا شکر یہ ادا کیا اور اقبال پیام صاحب سے عرض کیا کہ میں پُرئم صاحب کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کی اشاعت ادارہ ادبستان سے کرنے کا آرزو مند ہوں۔ اقبال پیام صاحب نے میری اس درخواست کو آئندہ ملاقات پر رکھ لیا اور ساتھ ہی بزم پُرئم کے مرکزی دفتر واقع پان منڈی انارکلی لاہور میں دو روز بعد منعقد ہونے والی محفل سماع پر مدعو بھی کیا۔ دو روز بعد پہلے کی طرح اس محفل میں بھی اسی تجسس سے شمولیت کی۔ اس موقع پر بھی اقبال پیام صاحب کو پُرئم صاحب کے کلام کی یاد دہانی کرائی اور انہوں نے مجھے تسلی دی کہ میں ضرور آپ سے رابطہ کروں گا۔ چند روز گزرے تو پیام بھائی نے فون پر رابطہ کیا اور مقررہ وقت پر ادارہ میں مع مسودہ تشریف لے آئے۔ اُن کے ہمراہ مکتبہ نستعلیق کے مالک حسن عباسی صاحب بھی تھے۔ حسن عباسی صاحب سے شناسائی پہلے ہی سے تھی، حسن عباسی صاحب خود بھی خوبصورت شاعر اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ تاہم اقبال پیام صاحب نے کمال مہربانی سے میری آرزو کو پورا کرتے ہوئے پُرئم الہ آبادی صاحب کا غیر مطبوعہ مجموعہ کا مسودہ عنایت کیا جو کہ ”بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے“ کے نام سے ہے۔ پیام بھائی نے مجھے یہ اعزاز بخشا کہ آج میں پُرئم الہ آبادی صاحب کا غیر مطبوعہ کلام شائع کر رہا ہوں۔ پیام بھائی کے بارے میں مزید تاثرات جو ان کے اسلوب و خیال نے مجھ پر مرتب کیے ہیں ان کا ذکر آنے والی نئی کتاب کے لیے رکھ چھوڑا

ہے کہ یار زندہ صحبت باقی۔ اقبال پیام صاحب کے بارے میں اتنا ضرور کہوں گا کہ جس کی تلاش میں مدتیں گزریں اب وہ سامنے آیا ہے۔

اقبال پیام صاحب، پُرئم الہ آبادی صاحب کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اُستاد پُرئم کراچی میں اپنے خاندان کو تیاگ کر لاہور تشریف لے آئے اور اُس وقت میں نشاط گروپ میں اچھی خاصی تنخواہ پر ملازم تھا۔ جب میں نے پُرئم صاحب کی شاگردی اختیار کی تو اپنے شب و روز ان کے لیے وقف کرتے ہوئے نوکری سے دستبردار ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اقبال پیام صاحب نے اپنے اُستاد محترم کو اتنی عزت و تعظیم دی کہ لاہور کی زندہ فضا نے پُرئم صاحب کو بہت کچھ عطا کیا۔ برصغیر کے مقبول گلوکار نصرت فتح علی خان نے نہ صرف پُرئم صاحب کے کلام کو بڑے پُر جوش انداز میں گایا بلکہ اپنے گھر میں کچھ عرصہ قیام بھی کروایا۔

پُرئم صاحب کے کلام کو پروف ریڈنگ کے دوران پڑھا تو ان کے کلام سے یہ محسوس ہوا کہ انسانی زندگی کے سارے غموں، خوشیوں، یادوں، عشق و طلب کی گونا گوں کیفیتوں کو ان علامتوں کے وسیلے سے بہت سلیقے سے پیش کیا ہے۔ پُرئم صاحب کی شاعری اس قدر سادہ اور منفرد ہے کہ فرہنگ کو دیکھے بغیر دل و دماغ میں متشرع ہوتی چلی جاتی ہے۔

پُرئم الہ آبادی کے نعتیہ کلام، غزلوں اور گیتوں کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ جس کی شاعری کو فقیروں، قولوں اور گلوکاروں نے بڑی حسرتوں سے گایا ہے کہ اسے عوام کا پیارا بنا دیا ہے اور آج لوگ ان کے کلام کو اپنے موبائلوں میں بھی ریکارڈ کیے ہوئے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ رب کریم پُرئم الہ آبادی صاحب کو جو رحمت عطا فرمائے اور اُن کے شاگرد خاص اقبال پیام صاحب کو خوش و خرم اور صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ آمین

خیر طلب

عبدالتین ملک

11 مارچ 2015ء



نعت رسول مقبول ﷺ

چمکا ہوا قسمت کا ستارہ نظر آیا
جس دن سے محمد ﷺ کا سہارا نظر آیا

دیوانی زلیخا جو ہوئی تھی اُسے آقا
جلوہ رخ یوسف ﷺ میں تمہارا نظر آیا

اُس رات کی عظمت کوئی اللہ سے پوچھے
جب عرش پہ وہ عرش کا تارا نظر آیا

دو ٹکڑے قمر ہو کے ہوا اُن پہ تصدق
انگشت نبی ﷺ کا جو اشارہ نظر آیا

جب ذکر مدینے کا ہوا مجھ کو مدینہ
سُن سُن کے مدینے کا نظارہ نظر آیا

آنکھوں سے لگا لیتا نہ کیوں خاکِ مدینہ
ہر ذرہ دل و جان سے پیارا نظر آیا

پرتم اے آغوشِ محبت میں جگہ دی
آنسو جو محمد ﷺ کو ہمارا نظر آیا



سلام

وقتِ نماز پُشتِ نبی ﷺ پر امام ہے
کیا عظمتِ حسین علیہ السلام ہے

اب تو حسیت ہی زمانے کا کام ہے
اب تو یزیدیت کا فقط نامِ نام ہے

تو بالیقین ہے بولتا قرآن اے حسین
بے شک ترا کلامِ خدا کا کلام ہے

شیرِ تو ہے ناظمِ دینِ محمدیؐ
دنیا میں تجھ سے دینِ نبیؐ کا نظام ہے

پائی گئی ہے سجدے میں معراجِ بندگی
کیا سجدہٴ حسین علیہ السلام ہے

پیغمبروں کو بھی نہ یہ سجدہ ہوا نصیب
کیا سجدہٴ حسین علیہ السلام ہے

بھوکی پیاسی ظلمِ رسیدہ نبی ﷺ کی آل
کیا دشتِ کربلا میں قیامت کی شام ہے



منقبت

داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

مجھ کو داتا ترے گُوچے کی فضا بھائی ہے
تیری نگری میں مدینے سے بہار آئی ہے

کربلا والوں کا صدقہ مجھے دے دے داتا
میں نے جھولی ترے دربار میں پھیلائی ہے

بھیک جب تک نہ ملے گی مجھے داتا میں نے
تیری چوکھٹ سے نجانے کی قسم کھائی ہے

اللہ اللہ یہ کش تیرے کرم کی داتا
کھینچ کے دنیا ترے قدموں میں چلی آئی ہے

مل رہا ہے مجھے جنت کا مزہ دنیا میں
جب سے داتا ترے گلوچے میں جگہ پائی ہے

جب سے دیکھا ہے تجھے خواب میں داتا میں نے
تیری تصویر مرے دل میں اتر آئی ہے

کیوں نہ داتا سے محبت ہو مجھے اے پرہیزگار
میرے داتا نے محمد ﷺ کی ادا پائی ہے



غزلیات



پائے دُنیا سے ہوں پامال مدینے والے
درد و غم سے ہے بُرا حال مدینے والے
کوئی دُکھ درد میں ہمدرد نہیں ہے میرا
لاج رکھ لو مری لُج پال مدینے والے



بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے
یار کچھ بھی ہو یار ہوتا ہے
ساتھ اس کے جو ہے رقیب تو کیا
پھول کے ساتھ خار ہوتا ہے
جب وہ ہوتے ہیں صحنِ گلشن میں
موسمِ نو بہار ہوتا ہے
کاش ہوتے ہم اس کے پھولوں میں
اس گلے کا جو ہار ہوتا ہے
دوست سے کیوں بھلا نہ کھاتے فریب
دوست پر اعتبار ہوتا ہے

جب وہ آتے نہیں شبِ وعدہ
موت کا انتظار ہوتا ہے

وصل میں بھی خیالِ ہجر سے دل
بے سکوں بے قرار ہوتا ہے

ہم بڑے خوش نصیب ہیں ورنہ
آپ کو کس سے پیار ہوتا ہے

تیر وہ تیر نیم کش تو نہیں
دل کے جو آر پار ہوتا ہے

حُسنِ اخلاق اے عروسِ حیات
سب سے اچھا سنگھار ہوتا ہے

عشق کی کائنات کا پرِ زخم
حُسن پروردگار ہوتا ہے



کاش اس بات کی ہم کو ہوتی خبر بے خطا دل ہمارا دکھاؤ گے تم
دل نہ تم سے لگاتے خدا کی قسم گر یہ معلوم ہوتا ستاؤ گے تم

لاکھ اب تم چھپو اس سے ہوتا ہے کیا روز پھر بھی خیالوں میں آؤ گے تم
میری نظروں سے چھپ کر رہو گے مگر میرے دل سے کہاں چھپ کے جاؤ گے تم

روز آنکھیں دکھاتے تھے ہم کو وہاں حشر کا دن ہے یہ سوچ لو اب یہاں
آج دیکھیں گے اللہ کے سامنے کس طرح ہم کو آنکھیں دکھاؤ گے تم

چھوڑ دو میری بربادی کا یہ الم ورنہ ہوگی پریشانی دل نہ کم
اور پرِ زخم کے بڑھ جائیں گے رنج و غم یوں جو ہر وقت آنسو بہاؤ گے تم





مرے جیتے جی جہاں میں جو کبھی نہ کام آیا
میری قبر پر جلانے وہ چراغِ شام آیا

کئی دور ہو چکے ہیں مجھے کیوں نہ ہو شکایت
مرے پاس میرے ساقی ابھی تک نہ جام آیا

یہ تغافل ان کا دیکھو وہ گئے ہیں جب سے مل کے
نہ کوئی پیام آیا نہ کوئی سلام آیا

یہ نوازشِ محبت رہی مجھ پہ شامِ فرقت
کبھی دل میں یاد آئی کبھی لب پہ جام آیا

مری پیاسِ میکدے میں بجھی آنسوؤں سے پرِ غم
یہ گلہ مجھے ہو کیونکر کہ میں تشنہ کام آیا



آپ کے انتظار نے حالِ عجب بنا دیا
گا ہے مجھے اٹھا دیا گا ہے مجھے بٹھا دیا

آپ ہی کیجئے حساب آپ نے جو دیا مجھے
آپ کو میں نے دل دیا آپ نے مجھ کو کیا دیا

مجھ پہ بڑا کرم کیا آپ جو آئے شکر یہ
میرے غریب خانے کو آپ نے جگمگا دیا

وہ بھی نہ آئے قبر پہ شمعِ جلانے کے لیے
میں نے چراغِ زندگی جن کے لیے بجھا دیا

ہم بھی زمانے بھر میں ہیں پرِ غمِ عجیب آدمی
کرتے ہیں یاد اسی کو ہم جس نے ہمیں بھلا دیا



محبت میں تیری کیا کیا نہ دنیا کے عذاب آئے
نہ بدلے تیرے دیوانے ہزاروں انقلاب آئے

کبھی میری طرف بھی دیکھ لے صدقہ نگاہوں کا
کبھی میری طرف بھی ساقیا جام شراب آئے

بس اتنی دیر تھم اے موت انہیں کچھ لکھ کے بھیجا ہے
گیا ہے نامہ بر شاید مرے خط کا جواب آئے

بغیر ان کے بہار آئے گی یوں باغ محبت میں
کہ جس طرح کسی معصوم بیوہ پر شباب آئے

یہ کہہ کے مر گیا بیمار غم تیار داروں سے
لحد پہ بھیج دینا جب میرے خط کا جواب آئے

وہ لکھے آ رہے ہم بہاؤ اب نہ اشک غم
جواب خط میں ہے اے پرہیزگار ان کا جواب آئے



ہماری طرف سے سلام ان کو دینا تو کہہ دینا قاصد، سلام آخری ہے
ملاقات ہم سے نہ اب ہو سکے گی یہ بیمار غم کا سلام آخری ہے

سرشام تم جو جدا ہو رہے ہو جدا روح گویا ہوتی ہے تن سے
مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مری زندگی کی یہ شام آخری ہے

جوانی کے نشے میں بدمست ہو کر نہ چل ٹوٹی قبروں کو ٹھکرا کے ظالم
یہیں مر کہ اک روز آنا ہے سب کو کہ دنیا میں سب کا مقام آخری ہے

ہوں تیری عنایت سے محروم لیکن دم نزع یہ غم نہیں مجھ کو ساقی
جو ٹوٹا ہوا ہے میرا شیشہ دل یہی میری قسمت کا جام آخری ہے

ثبوت وفا کر رہا ہوں مکمل دیا تھا جنہیں میں نے دل روز اول
انہیں جان بھی آج دینے چلا ہوں محبت میں پرہیزگار یہ کام آخری ہے



مصیبت سے دل نادان گھبرایا نہیں کرتے
جو دکھ سہتے نہیں آرام وہ پایا نہیں کرتے

نہ جاؤ چھوڑ کر ایسے میں بیمارِ محبت کو
کہ مرتے وقت تنہا چھوڑ کر جایا نہیں کرتے

تقاضا دید کا کرتے ہو ناحق حضرت موسیٰ
یہ جلوے کم نگاہوں کو نظر آیا نہیں کرتے

کچھ اس میں ناخدا تیری بھی بے پرواہیاں ہوں گی
سفینے خود بخود ساحل سے ٹکرایا نہیں کرتے

وہ خود آ کر ملا کرتے تھے پرہیز کیا زمانہ تھا
گزر جاتے ہیں جو دن لوٹ کر آیا نہیں کرتے



جو عرضِ تمنا کی سماعت نہیں کرتا
کیوں مجھ سے خفا ہے وہ وضاحت نہیں کرتا

معبود سے کچھ کام ضرور اُس کو ہے ورنہ
عابد کوئی بے وجہ عبادت نہیں کرتا

کیا اور کسی سے ہے محبت کا ارادہ
کیوں مجھ سے وہ اقرارِ محبت نہیں کرتا

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ باغی ہے وہ سچ کا
باطل سے جو دنیا میں بغاوت نہیں کرتا

حامی ہے وہ جھوٹوں کا پتہ چلتا ہے اس سے
جو آدمی چوں کی حمایت نہیں کرتا

جب کی ہے محبت تو جفاؤں کو سہوں گا
یاروں سے جفاؤں کی شکایت نہیں کرتا

مقصد ہے مجاز اپنا تو اصلاحِ زمانہ
شہرت کے لئے میں تو صحافت نہیں کرتا



جھوٹا پیار جتانے والا

کب ہے ساتھ نبھانے والا

توڑ کے دل کو جانے والا

شاد رہے تڑپانے والا

جانے کیسا جادوگر تھا

آنکھ ملا کر جانے والا

ما تھے ٹپکا جیسے جگنو

سب کے دل کو بھانے والا

دیوانوں کو تیرے علاوہ

کوئی نہیں سمجھانے والا

موت بھی ہے آج آنے والی

آج ہے وہ بھی آنے والا

خود ہے اپنی ذات کا دشمن

اپنا راز بتانے والا

پرہیز جس سے پیار کریں ہم

نصرت ہے وہ گانے والا



جو میرے دل کی خوشی یار کی خوشی ہو جائے

تو کامیاب محبت میں زندگی ہو جائے

وہ اس خیال سے کرتے ہیں عشق کو بدنام

کہ اُن کے حُسن کی شہرت گلی گلی ہو جائے

نقاب رخ جو اٹھائیں حضور شام وصال

چراغ بھی نہ جلے اور روشنی ہو جائے

ادا کمال اگر ہو خلوص دل کے ساتھ
تو ایک سجدے میں معراج بندگی ہو جائے

مزه تو تب ہے رخ یار کے تصور کا
کہ ہو بہو تری تصویر یار کی ہو جائے

کسی کے عشق میں جب ہے کمال حُسنِ کلام
زباں سے آدمی جو کچھ کہے وہی ہو جائے

جو بے نیاز ہو بندہ نیازمندی سے
تو شانِ بندہ و معبود ایک ہی ہو جائے

پھر اشک دیدہ پر تم رہے نہ اشک ملا
نگاہِ لطف جو بندہ نواز کی ہو جائے



مکمل اقبال مابری
۰۳۰۶-۶۰۳۸۹۱۰



جہاں میں رہ کے جہاں سے غرض نہیں رکھتے
مکیں ہیں اور مکاں سے غرض نہیں رکھتے

کسی کے لفظ و بیاں سے غرض نہیں رکھتے
جو اہل دل ہیں زباں سے غرض نہیں رکھتے

ہم اُن کو دیکھ کے نظروں سے کرتے ہیں سجدہ
نمازی ہو کے اذال سے غرض نہیں رکھتے

چلائیں تیر نظر وہ تو کیوں کھنچیں ابرو
نظر کے تیر کماں سے غرض نہیں رکھتے

جو تیرے نام و نشاں سے ہیں آشنا اے دوست
وہ اپنے نام و نشاں سے غرض نہیں رکھتے

نہیں سمجھتے بتوں کو وہ قابلِ سجدہ
جو عشقِ حُسنِ بتاں سے غرض نہیں رکھتے

نہ کیوں بچائیں ان اشکوں سے دامن اے پرہیزگار
وہ میرے اشکِ رواں سے غرض نہیں رکھتے



مجدد اقبال صابری

۵۳۷-۶۰۳۸۹۱۵



دھڑکنوں کے رباب ٹوٹ گئے
درد کے ماہتاب ٹوٹ گئے

تجربہ گاہ آئینہ گر میں
آئینے بے حساب ٹوٹ گئے

کوئی لوہا نہ بن سکا سونا
کیسا گر کے خواب ٹوٹ گئے

میری خوشیوں کے تھے جو شیش محل
بن کے اک کائنات ٹوٹ گئے

تازگی پھر نہ آ سکی اُن پر
شاخ سے جو گلاب ٹوٹ گئے

وقت کی آندھیوں کا زور نہ پوچھ
پایہ ہائے ثابت ٹوٹ گئے

آندھیوں میں وہ گر گئے خیمے
جن کے پائے طناب ٹوٹ گئے



جنوں جب سے فسانہ ہو گیا ہے
وہ رسوائے زمانہ ہو گیا ہے

خیال آشیاں ہے جب سے دل میں
قفس بھی آشیانہ ہو گیا ہے

سرزمین کسی کا ایک آنسو
قیامت کا فسانہ ہو گیا ہے

الہی برق کی ضد سے بچانا
مکمل آشیانہ ہو گیا ہے

یہ کس منزل پہ لے آئی محبت
مرا دشمن زمانہ ہو گیا ہے

مری تقدیر کا اب اہل گلشن
قفص کا دانہ دانہ ہو گیا ہے

لحد میں یار سے ملنے کی خاطر
اجل کا اک بہانہ ہو گیا ہے

قیامت میں ترے ملنے کا وعدہ
قیامت کا بہانہ ہو گیا ہے

قمر کے فیض سے پرتگم کو حاصل
جمال شاعرانہ ہو گیا ہے



حسن پہ جاں فدا ہو گئی
عشق کی انتہا ہو گئی

چارہ گر جب قضاء ہو گئی
دردِ دل کی دوا ہو گئی

بعد مرنے کے میرے لیے
ان کے دل میں جگہ ہو گئی

اب تو منزل ملے گی ضرور
جستجو رہنما ہو گئی

ان کے آنے میں وعدے کی شب
دیر کیوں اے خدا ہو گئی

آگیا جب وہ محشر خرام
اک قیامت پیا ہو گئی

چپ رہے ہم جو ان کے حضور
خامشی التجا ہو گئی

جب سے بدلی تمہاری نظر
زندگی کر بلا ہو گئی

ایک تم کیا خفا ہو گئے
ہم سے دنیا خفا ہو گئی

وجہ کی بربادی زندگی
حسن کی اک ادا ہو گئی

آج وعدے پہ وہ آ گیا
بے وفا سے وفا ہو گئی

مذہم ان کا پچھڑنا نہ پوچھ
روح تن سے جدا ہو گئی



علاج درد سے جو بے خبر ہیں
انہیں کیسے سمجھ لوں چارہ گر ہیں

خلوص دل سے خالی یہ بشر ہیں
یہاں کے پیڑ سارے بے ثمر ہیں

چمھے ہیں دل میں پیوست جگر ہیں
بڑے ظالم ترے تیر نظر ہیں

مجھے دن رات ہے اُن کا تصور
نہیں ہیں پاس وہ میرے مگر ہیں

خلوص دل لئے پھرتے ہیں ہر سو
مثال ہوئے گل ہم در بدر ہیں

چمن میں اڑ کے جاؤں کیسے صیاد
نہ بازو ہیں نہ میرے بال و پر ہیں

کبھی ہم دیکھ ہی لیں گے چمن کے
مقدر میں اگر شام و سحر ہیں

شب غم روشنی ہی روشنی ہے
وہ دل کی انجمن میں جلوہ گر ہیں

خفا مجھ سے مرے سرکار اگر ہیں
بتاتے کیوں نہیں کس بات پر ہیں

پریشاں آج کل شام و سحر ہیں
وہ مری آہ کے زیر اثر ہیں

مریض غم کو اب تو دیکھ جاؤ
کہ لمحے زندگی کے مختصر ہیں

ہیں شمع رخ پہ پروانوں کی صورت
یہ تل جو آپ کے رخسار پر ہیں

رُخ روشن پہ یہ تل ہیں تمہارے
کہ پروانے چراغ طور پر ہیں



غنجہ و گل کا تبسم دیکھ کر
یاد آیا مسکراتا یار کا

صبح کو کلیاں چمک کر باغ میں
گنگناتی ہیں ترانہ یار کا

ہوش میں آجائے گا بیمار غم
خط ذرا پڑھ کر سنانا یار کا

وقتِ آخر یہ تمنا ہے مری
مجھ کو یا رب منہ دکھانا یار کا

پرہیزم آنسو آ گئے بے اختیار
یاد جب آیا فسانہ یار کا



ہے تصور میں ٹھکانہ یار کا
میرا دل ہے جلوہ خانہ یار کا

سخت مشکل ہے منانا یار کا
کیا غضب ہے رُوٹھ جانا یار کا

شیخ لازم ہے مجھے جس کا طواف
ہے وہ کعبہ آستانہ یار کا

ہے وہ نزدیکِ رگِ جاں ہم نشین
پھر بھی ہے دُشوار پانا یار کا



اگر نہ رُخ سے اٹھاتے نقاب کیا کرتے
چھپا کے آپ خدا کی کتاب کیا کرتے

لکھا تو بارہا حال خراب کیا کرتے
دیا نہ یار نے خط کا جواب کیا کرتے

ہم ایسے میں نہ جلاتے اگر چراغ کوئی
غروب ہونے کو تھا آفتاب کیا کرتے

تمہارے حُسن کی تصویر دیکھنے کے لئے
نہ دیکھتے جو چمن میں گلاب کیا کرتے

جوانی آئی مگر مفلسی کے زیرِ اثر
خزاں نصیب تھا باغِ شباب کیا کرتے

نہ پیتے اور نہ پیتے شراب اور کیا کرتے
پھٹنے تھے بادہ کشوں میں جناب کیا کرتے

تمہارے بعد نہ کوئی تم سا نظر آیا
کسی حسین کا ہم انتخاب کیا کرتے

جو بے حساب تقاضا نہ کرتے رحمت کا
گناہگار تھے ہم بے حساب کیا کرتے

بہنور میں دیکھ کر کشتی کو دیکھ کے اے پرِ نعم
اگر نہ پھوٹ کے روتے جناب کیا کرتے





پا لیا ان کو ہر اک راہ گذر سے پہلے
منزل عشق ملی مجھ کو سفر سے پہلے

دل کو میں کیسے بچا لیتا کہ میرے دل پر
پڑ گئی ان کی نظر میری نظر سے پہلے

کیوں نہ دیں ہار سنگھار آپ کے جو بن کا پتہ
پھول اشجار میں آتے ہیں ثمر سے پہلے

جیتے جی سینکڑوں بار ان کو بلایا لیکن
وہ نہ آئے۔ مرے مرنے کی خبر سے پہلے

یار سے ملنے کو میں جاؤں تو کیسے جاؤں
گھر ہے دشمن کا مرے یار کے گھر سے پہلے

تم مری آہ سے ہرگز نہ پریشاں ہوتے
آہ کو آہ سمجھتے جو اثر سے پہلے

تم کو لازم تھا مرا درد سمجھنے کے لیے
دیکھتے دل کو مرے عیب و ہنر سے پہلے

آنکھ خوں روئے نہ کیوں شام الم اے پرغم
دل کا ہوتا ہے لہو دیدہ تر سے پہلے





ملا چین زندگی کو بہ ہزار شادمانی
مرے حال پر ہوئی ہے تری جب سے مہربانی

پھلے پھولے کیوں نہ تجھ سے مری زندگی کا گلشن
کہ ترے ہی دم قدم سے ہے بہارِ زندگانی

مری زندگی کے مالک کروں شکر کیوں نہ تیرا
تجھے پیار ہے جو مجھ سے یہ ہے تیری مہربانی

جو لگی ہے آگ دل میں وہی سوزِ عاشقی ہے
مرے درد کا فسانہ ترے عشق کی کہانی

حسین اور بھی ہیں لیکن تو ہے آپ مثل اپنا
نہ ہے کوئی تیرا ہمسر نہ ہے کوئی تیرا ثانی

تری میری آشنائی ہوئی عشق کی بدولت
تری قدر میں نے سمجھی مری قدر تو نے جانی

تجھے پالیا ہے میں نے ذرا سوچ اپنے دل میں
مرے پاس جبکہ تو ہے کروں لے کے کیا نشانی





بدلی ہوئی آج ان کی نظر دیکھ رہا ہوں
دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

دل دیکھ رہا ہوں نہ جگر دیکھ رہا ہوں
دونوں میں ترے تیر نظر دیکھ رہا ہوں

وہ تھام کے بیٹھے ہیں جگر دیکھ رہا ہوں
آہ دل مضطر کا اثر دیکھ رہا ہوں

بکھرے ہیں دم صبح رُخ یار پہ گیسو
میں شام کی صورت میں سحر دیکھ رہا ہوں

دم توڑ رہا ہے ترا بیمار شبِ غم
گلِ ہوتی ہوئی شمعِ سحر دیکھ رہا ہوں

کچھ اور نہیں قبر کی منزل کے علاوہ
انسان کا انجامِ سفر دیکھ رہا ہوں

چلتا ہے زمانے پہ ترے حُسن کا جادو
دنیا کو ترے زیرِ اثر دیکھ رہا ہوں

بہکانے میں دشمن کے وہ آ ہی گئے پر غم
پہلے سے تھا جس بات کا ڈر دیکھ رہا ہوں





ابھی یہ خبر نہیں ہے تجھے اوستم کے بانی
کہ سدا نہیں رہے گی یہ بہارِ نوجوانی

مرا دل جلا ہے غم سے مجھے دیکھ تو نہ ہنس کر
کسی دل جلے سے ظالم نہیں ٹھیک چھیڑ خانی

کوئی ان سے جا کے کہہ دے ذرا آئینہ تو دیکھیں
وہ غلط سمجھ رہے ہیں کہ نہیں ہے میرا ثانی

چلے آؤ شامِ فرقت کے ہوائے دردِ غم سے
مجھے ڈر ہے بجھ نہ جائے مری شمعِ زندگانی

نہ مٹا پس فنا بھی مرے دل سے داغِ حسرت
مرے پاس ہے لحد میں ترے پیار کی نشانی

مری آنکھ تر نہ ہوتی سرِ بزمِ آج پرِ غم
مگر اُن کی بے رخی نے کیا خونِ دل کو پانی



مرا غم مری زبانی نہ سنو کہ رو پڑو گے
مری دکھ بھری کہانی نہ سنو کہ رو پڑو گے

حسینِ شام کے نظاروں نہ یہ پوچھو کس نے لوثا
یہ ہے کس کی مہربانی نہ سنو کہ رو پڑو گے

یہ بُجھا شبابِ میرا ہے فسانہ بے کسی کا
مرا قصہٴ جوانی نہ سنو کہ رو پڑو گے

جو گزر چکی ہے مجھ پہ سُنی جائے گی نہ تم سے
وہ غموں کی لن ترانی نہ سنو کہ رو پڑو گے

میں تمام عمر پرِ غم رہا کیوں اداس ہر دم
مرا دردِ زندگانی نہ سنو کہ رو پڑو گے



کر دیا زخمی کلیجہ عاشقِ دل گیر کا
کیا نشانہ ہے تری ترچھی نظر کے تیر کا

ہنس کے دشمن سے گلے ملنا ترا
سامنے آ ہی گیا لکھا ہوا تقدیر کا

دل سے جاسکتا نہیں گیسوئے پیچاں کا خیال
ختم ہو سکتا نہیں یہ سلسلہ زنجیر کا

جس جگہ خط میں لکھا ہے آپ نے دلبر مجھے
اُس جگہ کیا دلربا انداز ہے تحریر کا

مر گیا بیمارِ حسرت کرتے کرتے انتظار
آپ سے اب کون پوچھے گا سبب تاخیر کا

اُن کا چہرہ زرد ہے یوں آج میرے درد سے
آخرِ شب جیسے پیلا چاند ہو آخر کا

اے مصوّر آپ ہے تو یا ترا حُسنِ کمال
واہ کیا کہنا تری منہ بولتی تصویر کا

ہجر میں بھی ہے میسر وصل کی راحت مجھے
میرا دل ہے آئینہ جب سے تری تصویر کا

کیوں نہ پرِ نغم تجھ کو حاصل ہو کمالِ شاعری
تو ہے شاگردوں میں اس کے ہے جو ثانی میر کا





تو نگاہیں پھیر کے بے سبب یہ ملال بہر خدا نہ دے
جو ہماری کوئی خطا نہیں تو خطا سے پہلے سزا نہ دے

نہیں غم جو میرا یہ حال ہے مجھے دوست تیرا خیال ہے
مری آہ سوز نہاں کہیں ترے دل میں آگ لگا نہ دے

مری طرح چاہے کسی کو تو ترے حق میں ہے یہ دعا مگر
مری طرح عشق میں دلبرا غم ہجر تجھ کو خدا نہ دے

کوئی راہرو نہ ہو بدگماں ہے بجا یہ عذر مسافراں
نہ بھٹک سکے کبھی کارواں جو فریب راہ نما نہ دے

وہ جب آئیں ملنے کے واسطے پئے دید آنکھوں میں دم رہے
مجھے ڈر ہے زیست کا اے خدا کہیں وقت پر یہ دغا نہ دے

غم ہجر پرتنم غمزدہ کرے اشکبار نہ کیوں بھلا
کوئی اُن کی ایسی ادا نہیں کہ جو یاد آ کے رُلانہ دے



آس اُن کی دم آخر تسکین کا چارہ ہے
اک ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہے

جب تک وہ ہمارے تھے جو تھا وہ ہمارا تھا
اب کس کو کہیں اپنا اب کون ہمارا ہے

وہ سب سے ملے ہنس کر اور ہم سے سر محفل
اتنا بھی نہیں پوچھا کیا حال تمہارا ہے

ہے اچھا بُرا جو بھی ہر کام تمہارا ہے
اور نام زمانے میں بدنام ہمارا ہے

حق بات پہ مرنا بھی جینا ہے تو اے پرہیزگار
جینے کے لیے ہم کو مرنا بھی گوارا ہے

جو اشک بھی گرتا ہے اُس آنکھ سے اے پرہیزگار
وہ چرخِ محبت کا ٹوٹا ہوا تارا ہے

نظروں سے تلاوت ہم کیونکر نہ کریں ہر دم
صورت جو تمہاری ہے قرآن ہمارا ہے

دامنِ مرے ہاتھوں میں جس دن سے تمہارا ہے
دُنیا میں مجھے حاصلِ عقبیٰ کا سہارا ہے

سو رنج دیئے جس کو وہ جان سے پیارا ہے
دوست اُس کو سمجھتے ہیں دشمن جو ہمارا ہے



ترا خیال بھی اے حُسنِ یار کیا کم ہے
یہ دلفریبِ حسیں یادگار کیا کم ہے

خمارِ دل کے لئے چشمِ یار کیا کم ہے
یہ ایک جام بھی اے بادہ خوار کیا کم ہے

گھٹلی ہوئی ہیں پسِ مرگ بھی مری آنکھیں
یہ بعدِ مرگِ ترا انتظار کیا کم ہے

لحد میں شمعِ رُخِ یار سے ہے دل روشن
مرے لیے یہ چراغِ مزار کیا کم ہے

وہ آبدیدہ ہیں میری لحد پہ اے پرہیزگار
یہ مجھ سے بعدِ فنا اُن کا پیار کیا کم ہے



جس طرف وہ نظر ہو گئی
ساری دُنیا اُدھر ہو گئی

راہ تکتے رہے رات بھر
وہ نہ آئے سحر ہو گئی

زُلف سر کی جو زُخار سے
رات کو دوپہر ہو گئی

ہر قدم پر تجلی تری
چاندنی کا سفر ہو گئی

بہر سجدہ رہ عشق میں
حُسن کی راہگزر ہو گئی

بزم دل اُن کے جانے کے بعد
ایک مُفلس کا گھر ہو گئی

اُن کے در پہ ہماری جبین
صورتِ سنگ در ہو گئی

چُپ ہو کیوں غیر کے سامنے
کیوں یہ نیچی نظر ہو گئی

دوستی کی ہو خیر اے خدا
دشمنوں کو خبر ہو گئی





زُلف بکھیری ہاتھ سے پہلے
رات آئی ہے رات سے پہلے

اُس نے مرا دل ہنس کے لیا ہے
مُھولوں کی سوغات سے پہلے

وہ بھی مل کر دھوکا دے گا
یہ نہ خبر تھی گھات سے پہلے

سب اپنے تھے بیگانے بھی
بگڑے ہوئے حالات سے پہلے

مکمل اقبال معاری

جیت کے بازی ہار گئے ہم
بات ہوئی ہے مات سے پہلے

نکلا مری حسرت کا جنازہ
کل اُس کی بارات سے پہلے

تجھ بن آنکھ سے آنسو برسے
ساون کی برسات سے پہلے

اے پرِ غم وہ آنکھ نہ تھی غم
میرے غم کی بات سے پہلے





مرے ہمد مری محفل کی زینت ان کے دم سے ہے
بہارِ زندگی میری سلامت ان کے دم سے ہے

وہ جب آئیں گے محفل میں یقیناً دلکشی ہوگی
کہ جس دم چاند نکلے گا اسی دم چاندنی ہوگی

تڑپتا ہے جو رہ رہ کر مریضِ غم دمِ آخر
مریضِ غم کے دل میں کوئی حسرت رہ گئی ہوگی

محبت میں تری جنت کی صورت بھی نہ دیکھوں گا
مری آنکھیں جہاں ہوں گی وہیں صورت تری ہوگی

گلوں کی تو نہیں کہتا مگر صیادِ گلشن میں
نشین دیکھ کر سُنانِ شبنم رو رہی ہوگی

بلی ہے آتشِ غم ایک اک آنسو میں اے پُرتم
بچھے گی آگ وہ کیونکر جو پانی میں لگی ہوگی



تمہاری باتوں سے غم کا چارہ نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا
تسلیموں سے مرا گزارا نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا

حسین پہلے بھی کم نہیں تھے ہیں آج بھی کل بھی ہوں گے لیکن
کوئی حسینوں میں تم سے پیارا نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا

تو ہو کے بھی ہر جگہ نہیں ہے یہ بات کیا ہے یہ راز کیا ہے
کسی نظر کو ترا نظارہ نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا

وفا کی اُمید چھوڑاے دل کہ بے وفائی ہے اُس کی عادت
وہ بے وفا با وفا دل آرا نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا

اثر دکھا جذبِ عشق ایسا ہمیں وہ اپنا بنا لے ورنہ
ہیں جس کے ہم وہ حسیں ہمارا نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا

کوئی بھی الزام آئے اُس پر جہاں میں رسوائی حُسن کی ہو
یہ غیرتِ عشق کو گوارا نہ ہو سکا نہ ہو سکے گا

ہے زندگی یہ عذابِ پیہم ہمیں تو رونا یہی ہے پُرِ نغم
ہیں جس کے ہم وہ حسیں ہمارا نہ ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا



تھا عجب شوخِ نظر وہ سرِ محفلِ تنہا
سب کو اک تیرِ نظر سے کیا گھائلِ تنہا

تجھ کو جلوت سے ہو فرصت تو پئے پرسشِ حال
آ کے خلوت میں کسی روز مجھے ملِ تنہا

کارواں لٹ گیا زہر نہ لُکا حیرت ہے
پہنچا منزل پہ فقط رہبرِ منزلِ تنہا

ایک تجھ کو نہ ہوئی میرے تڑپنے کی خبر
اک ترا دل تھا مرے درد سے غافلِ تنہا

اپنی یکتائی کے دعوے پہ ہوا شرمندہ
حُسن آئینے کے آیا جو مقابل تنہا

دشمن انسان کا انساں ہے کوئی اور نہیں
اپنی ہی ذات کا انسان ہے قاتل تنہا

رہ کے محفل میں نہ تھا دل تھا کہیں اور اُس کا
ہم نے دیکھا ہے کسی کو سر محفل تنہا

کوئی ایسے میں نہیں اساتھ جو روئے پرِ غم
شب کی تنہائی میں روتا ہے مرا دل تنہا



کیسے کہوں سرکار کا احسان یہ کم ہے
آپ اپنا سمجھتے ہیں بڑا مجھ پہ کرم ہے

ہے مصحفِ رُخ یار کا قرآنِ محبت
معراجِ نظرِ عشق میں دیدارِ صنم ہے

زاہد ہیں کروں کیوں نہ طوافِ درجاناں
میرا یہی کعبہ ہے یہی میرا حرم رہے

میں یار کے قدموں پہ نہ کیونکر کروں سجدے
نظروں میں مری میرا خدا میرا حکم ہے

غمگین مجھے کر کے ذرا شوخی تو دیکھو
وہ کہتے ہیں مجھ سے تجھے کس بات کا غم ہے



ترے شوق کی بدولت جو مجھے نہ پیار ہوتا
نہ تو میرا یار ہوتا نہ میں تیرا یار ہوتا

جو ہزار بار ملتی مجھے زندگی خدا سے
ترے حُسن پہ تصدق میں ہزار بار ہوتا

مری لاش کے سرہانے وہ کھڑے یہ کہہ رہے ہیں
اے نیند یوں نہ آتی اگر انتظار ہوتا

پس مرگ میں سمجھتا بڑی اپنی خوش نصیبی
ترے در پہ ٹوٹا پھوٹا جو مرا مزار ہوتا

وہ تو باغبانِ فطرت ترے جی میں تھی وگرنہ
گل گلشنِ محبت نہ سدا بہار ہوتا



جب ترا وعدہ شب یاد آیا
جو بھلایا تھا وہ سب یاد آیا

جب ثبیم کا ترے دیکھا فریب
ہنس کے دل لینے کا ڈھب یاد آیا

اللہ اللہ بُتِ کافر کا جمال
دیکھنے والوں کو رب یاد آیا

سکیاں لے کے وہ رُویا جب اُسے
میرے مرنے کا سبب یاد آیا

آگئے آنکھوں میں آنسو پرِ غم
کوئی پردیس میں جب یاد آیا



تھی کبھی خوشی دل کو اب تو غم اٹھانا ہے
وہ بھی اک زمانہ تھا یہ بھی اک زمانہ ہے

غرق جس کی مستی میں ہستی زمانہ ہے
چشمِ مست جانانہ کیا شراب خانہ ہے

تیرے گھر میں آزادی ہے بہت مگر صیاد
اپنا آشیانہ پھر اپنا آشیانہ ہے

ہے نظر پہ دل اپنا دل پہ ہے نظر ان کی
تیر ہے نشانے پر تیر پہ نشانہ ہے

میری کیا حقیقت ہے کچھ نہیں حقیقت میں
یار کی حقیقت ہے یار کا فسانہ ہے

ہر طرف نگاہوں میں ہے بہار جلوؤں کی
جب سے گلشنِ دل میں ہار کا ٹھکانہ ہے

شوق مجھ کو مرنے کا کیوں نہ ہو محبت میں
وصلِ یار کا یارو موت کا بہانہ ہے

آنکھوں میں شبِ ہجراں ہے جواشک اے پرِ غم
غم کی اک کہانی ہے درد کا فسانہ ہے





ارماں ہے زندگی میں اک بار ایسا ہوتا
 ہو جاتے آپ میرے سرکار ایسا ہوتا
 گلزار سے محبت گلزار والے کرتے
 اے باغباں ہمارا گلزار ایسا ہوتا
 ساتھی مری خوشی کا ہوتا شریکِ غم بھی
 دنیا میں میرا کوئی غم خوار ایسا ہوتا
 دل دے کے دل کی قیمت ہم دل خرید سکتے
 اللہ اس جہاں کا بازار ایسا ہوتا

اک دوسرے کے دل سے سب چاہتے جہاں میں
 اک دوسرے کے دل میں جو پیار ایسا ہوتا
 جی بھر کے دیکھنے کی ہوتی طلب نہ مجھ کو
 مرنے سے پہلے تیرا دیدار ایسا ہوتا
 عرض وصال پر وہ ہاں کر کے بھول جاتے
 اقرار ایسا ہوتا انکار ایسا ہوتا
 پیکر وفا کا اُس کو سمجھا تھا میں نے لیکن
 ہرگز جفا نہ کرتا جب یار ایسا ہوتا
 بدلے میں میرے دل کے دل اپنا مجھ کو دیتا
 دل میرا لینے والا دلدار ایسا ہوتا
 بہر عیادت آتے اور آکے وہ نہ جاتے
 اے کاش اُن کا پُرتم بیمار ایسا ہوتا





بادِ کوئے نگار آئی ہے
لے کے خوشبوئے یار آئی ہے

تم گئے تو چمن میں آئی خزاں
تم جو آئے بہار آئی ہے

دل دکھانے ستم ہے یاد اُس کی
جس سے مجھ کو ہے پیار آئی ہے

پھر قیامت کی رات گزرے گی
پھر شب انتظار آئی ہے

کیا شبِ وصل ہے عُروسِ اجل
کر کے سولہ سنگھار آئی ہے

ساغروں کے مہک رہے ہیں گلاب
میکدے میں بہار آئی ہے

جستجوئے نظر کی خاموشی
اُن کو ہر سو پکار آئی ہے

وہ تو آئے نہیں شبِ وعدہ
موت پروردگار آئی ہے

آنسوؤں کے دیئے جلانے کو
شامِ غم بار بار آئی ہے





جانے لگے تو عشق کا اور بڑھا کے غم گئے
کل وہ ہمارے حائل پہ کر کے بڑا کرم گئے

خانہ بے چراغ میں ہوتا اندھیرا کیوں بھلا
دل میں رُخ حبیب کا لے کے چراغ ہم گئے

گوچہ یار سے کہیں جاؤں تو جاؤں کس طرح
میرے قدم تو یار کے گوچے میں آکے جم گئے

پُرتم اچانک آگئے جب وہ نظر کے سامنے
دیکھ کے اُن کو یک بہ یک آنکھوں میں اشک تھم گئے



غیر سے بات پیار کی کر لی
تم نے دشمن سے دوستی کر لی

کر کے بدنام آپ نے مجھ کو
اپنی شہرت گلی گلی کر لی

سُوزِ شامِ فراق کے صدقے
شمعِ گل کر کے روشنی کر لی

ایک بچی مریض نے لے کر
گفتگو اُن سے آخری کر لی

کر کے روشن چراغِ یار حبیب
شامِ غم گھر میں روشنی کر لی

اُن کی مست آنکھ کا اثر توبہ
بے پیئے میں نے میکشی کر لی

دشمنِ جاں کو دل دیا میں نے
دوستی کر کے دشمنی کر لی

دل کسی سے لگا کر اے پرہیزگار
میں نے بربادِ زندگی کر لی



سُن کے جو میری التجا ہنس کے گلے لگا لیا
تُو نے بڑا کرم کیا اپنا مجھے بنا لیا

سوئے ہوئے نصیب کو عشق میں یوں جگا لیا
اپنی خودی مٹا دی جب یار کو میں نے پا لیا

مجھ میں کہاں یہ تاب تھی رُخ سے ہٹاتا میں نقاب
پردہ حضور آپ نے چہرے سے خود ہٹا لیا

مجھ کو رکھا نہ در سے دور شکریہ آپ کا حضور
اپنا سمجھ کے آپ نے در پہ مجھے بلا لیا

کعبے کو جاؤں کس لئے کعبے سے کیا غرض مجھے
کعبہ در حبیب کو دل نے مرے بنا لیا

تھام کے دامن حبیب یار کے ہو گیا قریب
دونوں جہاں کی فکر سے دامن دل بچا لیا

عشق میں پُرنم آپ نے کام یہ خوب تر کیا
رُوٹھے ہوئے تھے کب سے وہ آج انہیں منا لیا



وہ ٹہمت ہم پہ دھرنا چاہتے ہیں
ہمیں بدنام کرنا چاہتے ہیں

تری الفت میں مرنا چاہتے ہیں
وفا کا نام کرنا چاہتے ہیں

وہ بچپن میں سنورنا چاہتے ہیں
قیامت پیدا کرنا چاہتے ہیں

تری تصویر میں ہم خون دل سے
وفا کا رنگ بھرنا چاہتے ہیں

سلام آئے حیاتِ جاوداں کا
ہم اس صورت سے مرنا چاہتے ہیں

محبت کی سزا دے کر وہ ہم پر
بڑا احسان کرنا چاہتے ہیں

جفا سے بھی وہ دم نہ ماریں
وفا کا دم جو بھرنا چاہتے ہیں

تمہاری راہ میں پُر خم کے آنسو
ذرا گر کے بکھرنا چاہتے ہیں



محمد اقبال صابری

۰۳۶۷-۶۵۳۸۹۱۵



حُسن والے تیرا دیوانہ ہوں میں
شع ہے تو اور پروانہ ہوں میں

نقشہ ہے جب سے شرابِ عشق کا
جام ہوں ساغر ہوں پیانہ ہوں میں

دل میں ہے آباد جب سے میکدہ
چلتا پھرتا ایک میخانہ ہوں میں

عالمِ مستی کا عالم کچھ نہ پوچھ
جب سے مست آنکھوں کا مستانہ ہوں میں

کوئی دنیا میں نہیں سنتا جے
بیکسی کا ایسا افسانہ ہوں میں

زندگی کا باغ ہے اجڑا ہوا
اک چمن ہو کر بھی ویرانہ ہوں میں

پرِ تنم اپنوں میں ہوں غیروں کی طرح
غم یہ ہے اپنوں میں بیگانہ ہوں میں



انہیں عشق میں مبتلا دیکھتے ہیں
تماشہ عجب اے خدا دیکھتے ہیں

تھا اپنی مسیحا پر ناز جن کو
پشیاں انہیں لا دوا دیکھتے ہیں

جو ہیں اہلِ حُسنِ نظر وہ نظر سے
ہر اک شے میں حُسنِ خدا دیکھتے ہیں

گھلیں ہیں جو آنکھیں پس مرگ بھی ہم
ستم گر ترا راستہ دیکھتے ہیں

جہاں چشمِ الفت سے ہم دیکھتے ہیں
تمہیں کو تمہاری قسم دیکھتے ہیں

الہی قریب اُن کو ہم دیکھتے ہیں
تری شان ترا کرم دیکھتے ہیں

اثر چشمِ پرِ نغم کا مت پوچھ پرِ نغم
سر بزم ہر آنکھ غم دیکھتے ہیں



اپنے جانے کی خبر جب وہ سنا دیتے ہیں
اور بھی دردِ محبت کو بڑھا دیتے ہیں

جلوہ دکھلا کے وہ پردہ جو گرا دیتے ہیں
اور دیوانے کو دیوانہ بنا دیتے ہیں

جانے کیا سوچ کے چپ ہیں وہ مری موت کے بعد
بدعا دیتے ہیں مجھ کو نہ دعا دیتے ہیں

جب کوئی پوچھتا ہے حُسن بہاراں کیا ہے
ہم اُسے یار کی تصویر دکھا دیتے ہیں





جدا یاس و غم سے کہاں زندگی ہے
وہاں موت بھی ہے جہاں زندگی ہے

جہاں تو نہیں ہے کہاں زندگی ہے
جہاں تو ہے بے شک وہاں زندگی ہے

زمین پر بڑی بے اماں زندگی ہے
کہ زیرِ ستم آسماں زندگی ہے

ہے آنکھوں میں دم نیم جاں زندگی ہے
ذرا دیر کی مہماں زندگی ہے

سُلکتا ہے دل ہر گھڑی سوزِ غم سے
گھٹے جس سے دم وہ دھواں زندگی ہے

ترستے ہیں گھر کو دیار چمن میں
غریبوں کی بے آشیاں زندگی ہے

مری مُشکل اے موت آسان کر دے
شبِ ہجر مجھ پہ گراں زندگی ہے





عشق آنسو بھی ہے ترانہ بھی
یہ حقیقت بھی ہے فسانہ بھی

تیرا آنا بھی اک قیامت تھا
اک قیامت ہے تیرا جانا بھی

خیر ہو برق کی نگاہوں میں
ہے گلستاں بھی آشیانہ بھی

کوئی دیکھے تو مست آنکھ اُن کی
جام بھی ہے شراب خانہ بھی

ہے محبت میں ہر ادا تیری
دلبرانہ بھی قاتلانہ بھی

دے رہی ہے وصال کا پیغام
خوب ہے موت کا بہانہ بھی

ہے بڑے کام کا محبت میں
شیشہ دل کا ٹوٹ جانا بھی

مہرباں آپ ہو گئے جب سے
مہرباں ہو گیا زمانہ بھی

ہے فقط یار کے لیے پرنم
اپنا رونا بھی مسکرانا بھی





جب سے سچائی کے خادم ہو گئے
بے خطا ہم لوگ مجرم ہو گئے

وہ جفائیں کر کے بھی ظالم نہیں
ہم وفائیں کر کے ظالم ہو گئے

حاکمیت ہے انہیں کی آج کل
جبر سے جو لوگ حاکم ہو گئے

غیر مسلم کیوں نہ ہوں حیرت زدہ
دشمن اسلام مسلم ہو گئے

پتہ پتہ زرد پرنم ہو گیا
کس قدر بے درد موسم ہو گئے

ملا اقبال جالی
389/5
367-5



لگا ہوں سے کھینچی ہے تصویر میں نے ذرا اپنی تصویر آ کر تو دیکھو
تمہیں کو ان آنکھوں میں تم کو دکھاؤں ان آنکھوں میں آنکھیں ملا کر تو دیکھو

سمجھ لیں گے خود غیر میں ہوں تمہارا یہ کہنے سے میرے جتا کر تو دیکھو
مری جاں کسی روز غیروں کے آگے مجھے تم گلے سے لگا کر تو دیکھو

تمنائے دیدار دل میں اگر ہے جو مشتاق جلوہ تمہاری نظر ہے
نظر آئیں گے تم کو جلوے ہی جلوے کبھی اُن کی محفل میں جا کر تو دیکھو

نہ پوچھو یہ تیار ہے کس کی میت چلے گا پتہ دیکھ کر میری صورت
نظر آئے گی تم کو تصویر حسرت کفن میرے منہ سے ہٹا کر تو دیکھو

خبر جائے گی درِ فرقت کی جس دم وہ آئیں گے سُن کر پئے پرشِ غم
تڑپ کر تم اُن کی جدائی میں پرنم کبھی چار آنسو بہا کر تو دیکھو



دین و ایمان نثار کرتے ہیں
آپ جو اتنا پیار کرتے ہیں

تم پہ سب کچھ لٹا کے دیوانے
شکر پروردگار کرتے ہیں

نظر آتا نہیں وہ تیر نظر
آپ جس سے شکار کرتے ہیں

جو ترے ہو گئے زمانے میں
کام وہ شاندار کرتے ہیں

جب سوال وصال آتا ہے
وہ بہانے ہزار کرتے ہیں

بچکی آتی ہے بار بار مجھے
یاد وہ بار بار کرتے ہیں

جو نہیں اعتبار کے قابل
اُس پہ ہم اعتبار کرتے ہیں

وہ بڑے خوش نظر ہیں اے پرِتم
جو بھی دیدار یار کرتے ہیں





یہ اب تو ہی بتا ٹھکرانے والے سوچ کر دل سے
کہاں جائیں ترے دیوانے اٹھ کر تیری محفل سے

یہ کہہ کر وہ ہٹا دیتے ہیں آئینہ مقابل سے
میں دیکھوں اپنا ثانی یہ نہیں ہو گا مرے دل سے

دم آخر وہ یوں آواز دیتے ہیں مجھے دل سے
کوئی جیسے پکارے ڈوبنے والے کو ساحل سے

یہ کیسا ظلم ڈھایا لے کے دل کو دل نہیں سمجھا
ذرا تو قدر کرتے تم دیا تھا دل تمہیں دل سے

جہاں میں آنے والے یوں عدم کو جاتے ہیں واپس
سمندر میں پلٹ آتی ہیں موجیں جیسے ساحل سے

وہ صدمہ میرے مرنے کا ہوا قاتل کو اے پرِ نَم
نکل آئے مری میت پہ آنسو چشمِ قاتل سے



ہمیں معلوم ہے سُن لو کہاں ہے
جہاں تم ہو ہمارا دل وہاں ہے

تمہاری یاد ہی راحت ہے دل کی
تمہاری یاد ہی تسکینِ جاں ہے

سیاست ہی سیاست ہے جہاں میں
خبر دے اے محبت تو کہاں ہے

مجھے اپنوں نے بھی اپنا نہ سمجھا
مرے دکھ درد کی یہ داستاں ہے

سب کیا ہے گھٹن کیوں ہے فضا میں
فضا جبکہ بظاہر بے دھواں

جو خط بھیجا ہے میرے نام تو نے
تری تحریر کا دلکش نشان ہے

طواف در جو کرتا ہوں عیاں اب
مرا کعبہ تمہارا آستان ہے

یہ کیا حال چمن اے باغباں ہے
پریشاں گلستاں کا گلستاں ہے



مکمل اقبال مابین



جس پہ جادو حُسن کا چلتا رہا
عشق کے سانچے میں وہ ڈھلتا رہا

باغ کا جب تک رہا وہ باغباں
باغ سارا پھولتا پھلتا رہا

میں خفا جب زندگی سے ہو گیا
زندگی بھر ہاتھ وہ ملتا رہا

وقت آخر پاس وہ جب تک ہے
وقت میری موت کا ملتا رہا

میکدہ آباد تھا دل شاد تھا
دور جب تک ساقیا چلتا رہا

چاندنی شب میں چلا جب اُن کے گھر
ساتھ میرے چاند بھی چلتا رہا

دور سے دیکھا کیے اہل چمن
اور میرا آشیاں جلتا رہا

روشنی ہوتی رہی گلزار میں
جب تک اپنا آشیاں جلتا رہا



دن ترے رنج سے نجات نہیں
زندگی موت ہے حیات نہیں

حسن ہے بے نقاب وصل کی رات
رات ہوتے ہوئے بھی رات نہیں

ہیں حسین اور بھی مگر اُن میں
تجھ میں جو بات ہے وہ بات نہیں

دلیر کائنات ہے جب سے
میری نظروں میں کائنات نہیں

بس گیا میری ذات میں کوئی
اب مری ذات میری ذات نہیں

اُن کے حصے میں پیاس آئی ہے
جن کی ہر چیز ہے فرات نہیں

جگمگاؤ نہ تم بھی اے تارو
ہے شبِ غم خوشی کی رات نہیں

چشمِ پُرَنَم نے کہہ دی اے پُرَنَم
پھر بھی سمجھے وہ دل کی بات نہیں



کچھ غم نصیب اُن کے دیوانے رہ گئے ہیں
بے شمع انجمن میں پروانے رہ گئے ہیں

جب سے نہیں ہے ساقی ، ساقی کی انجمن میں
دو چار ٹوٹے پھوٹے پیمانے رہ گئے ہیں

سچے کہیں کہیں ہیں یہ بات سچ ہے ورنہ
کثرت سے اب تو ٹھوٹے یارانے رہ گئے ہیں

اپنے رہے نہ اپنے اپنوں کی طرح اب تو
اپنے لیے جہاں میں بیگانے رہ گئے ہیں

میری انگشتری دل کا گنینہ آیا
باقی جو رہ گئے ہیں افسانے رہ گئے ہیں

اہل وفا کبھی تھے دنیا میں در حقیقت
اپنے رہے نہ اپنے ، اپنے لیے جہاں میں

مُرتَم مئے محبت اب ہے کہیں کہیں پر
میخانوں میں کچھ ایسے میخانے رہ گئے ہیں



میرا دل تم ہو میری جاں تم ہو
میری دُنیا مرا جہاں تم ہو

ساری دُنیا ہے مہرباں مجھ پر
جانِ جاں جب سے مہرباں تم ہو

جب سے دل میں بسا لیا ہے تمہیں
میں جہاں ہوں صنم وہاں تم ہو

ہر خوشی ساتھ ساتھ ہے میرے
ساتھ میرے جہاں جہاں تم ہو

کون ہے باغِ زندگی کی بہار
دل سے کہتا ہوں تم سے ہاں تم ہو

جس کی خوشبو ہے غنچہ و گل میں
جس سے مہکے ہے گلستاں تم ہو

ساری خوشیوں کی بات ہے تم سے
جس سے خوشیوں کا ہے گماں تم ہو

تم زمیں پر ہو چودھویں کا چاند
فرش پہ حُسنِ آسماں تم ہو

اشکِ خوشیوں کے ہیں ان آنکھوں میں
جس سے پُرِتم ہے شادماں تم ہو



پیار میں دل کو راحت ملے گی زندگی کو سہارا ملے گا
بھول کھل جائیں گے حسرتوں کے پیار سے جب وہ پیارا ملے گا

ہوگی جلوؤں کی جس دم زیارت مُسکرائے گی چشمِ محبت
عشق میں جگمگائے گی قسمتِ حسن کا جب نظارہ ملے گا

کب گلے سے لگائیں گے مجھ کو کب وہ اپنا بنائیں گے مجھ کو
میری قسمت کا اُن سے برہمن یہ بتا کب ستارہ ملے گا

اُس سے کوئی ملے گا تو کیونکر مجھ کو معلوم ہے میرے دلبر
اُس کو ساری خدائی ملے گی پیار جس کو تمہارا ملے گا

چھوٹ کر قیدِ صیاد سے ہم جب گلستاں میں جائیں گے پُرتم
روئیں گے آشیاں سے لپٹ کر آشیاں جب ہمارا ملے گا



چراغِ داغِ دل مدھم نہ ہوں گے
شبِ غم بھی اُجالے کم نہ ہوں گے

نہیں ہے موت کا غم ، غم تو یہ ہے
وہ جب آئیں گے ملنے ہم نہ ہوں گے

ملو گے تم جو غیروں سے زیادہ
گلے شکوے ہمارے کم نہ ہوں گے

بھریں گے زخمِ دل کیونکر کسی کے
ترے انداز جو مرہم نہ ہوں گے

اگر وہ پاس مرتے دم نہ ہوں گے
لحد میں بھی سکوں سے ہم نہ ہوں گے

وہ دن بھی ہو گا اک دن جبکہ پُرتنم
ہماری یاد ہو گی ہم نہ ہوں



عشق میں قلب و جگر بھی نہ ہمارے نکلے
یہ بھی اے جان طرفدار تمہارے نکلے

دردِ ہجراں ہی نہیں رنج بھی سارے نکلے
آپ آئے تو سب ارمان ہمارے نکلے

یہ بجا ہے کہ دل و جان ہیں پیارے لیکن
آپ تو میرے دل و جان سے پیارے نکلے

دلربا حُسنِ ترا دیکھ کے محفل سے تری
جو ابھی نکلے وہ ترے عشق کے مارے نکلے

مسکرانے کی ترے یاد دلانے کے لیے
مسکراتے ہوئے پھولوں کے نظارے نکلے

کتنے ہیں جو کہ شوخ اشاروں پہ مرے
کتنے ظالم تری نظروں کے اشارے نکلے

تیرے دریائے محبت میں مقدر سے کبھی
ڈوبنے والے جو ڈوبے نہ کنارے نکلے

شامِ غم ہو گئی روشن تری یادوں کے طفیل
میری پلکوں پہ جب اشکوں کے ستارے نکلے

دیکھنے حالتِ غم نکلے نہیں تم گھر سے
ہجر کی شب نہ جنہیں ہم نے پکارے نکلے

میرے جانے کی وہ سن کے خبر اے پرّتم
گھر سے روتے ہوئے بے زلف سنوارے نکلے

انجمن سے تیری چُپ چاپ نکلنے والے
جس طرف تھے تری نظروں کے اشارے نکلے



کیا کیا ساقی یہ تو نے منہ کو مجھ سے موڑ کے
مجھ کو پیانہ دیا پیانہ دل توڑ کے

جب بہار آنے کو تھی شبنم کو روتا چھوڑ کے
لے گیا گلشن سے گلچیں کچی کلیاں توڑ کے

جانے والا ہے کوئی دنیا سے ناتا توڑ کے
اب تو آجا اے ستم گر بزمِ دشمن چھوڑ کے



دن کے ڈھلنے کا نام ہو جائے
زلف بکھرا دو شام ہو جائے

مسکرا کر جو اک نظر دیکھو
زندگی شاد کام ہو جائے

وہ جھکا لیں جواب میں نظریں
عشق میں یوں سلام ہو جائے

آنکھوں آنکھوں میں گفتگو کر لیں
چپ رہیں تو کلام ہو جائے

منتیں میں نے بہت کیں ہاتھ اُن سے چھوڑ کے
پھر بھی وہ مانے نہیں گھر چل دیئے منہ موڑ کے

یہ صلہ اچھا دیا میری وفا کا آپ نے
رکھ دیا سنگِ جفا سے شیشہ دل توڑ کے

کیوں نہ میں بھی جان و دل سے بیکسی کا ساتھ دوں
بیکسی جاتی نہیں ہے ساتھ میرا چھوڑ کے

جانے کس منزل پہ پہنچیں یا الٰہی خیر ہو
لوگ منزل کو چلے ہیں وہ بھی منزل چھوڑ کے



چاہنے والوں کا محبت میں
آپ چاہیں تو کام ہو جائے

تُو پلائے جا مست نظروں سے
میکشی آج عام ہو جائے

آنکھوں آنکھوں سے بات ہو اُن سے
گفتگو یوں تمام ہو جائے

مُسکرا کر ہمارا دل رکھ لیں
عاشقی میں یہ کام ہو جائے

یہ تمنا ہے پینے والوں کی
زندگی نذرِ جام ہو جائے



آپ نے آ کے طبیعت میری بہلائی ہے
خوش نصیبی میری رنگ خوشی لائی ہے
شکریہ آپ کا زحمت جو یہ فرمائی ہے
دلِ بے تاب نے تسکین ابھی پائی ہے

آپ آئے تو میری جان میں جان آئی ہے

اب نصیحت سے مجھے کچھ نہ ملے گی راحت
چھوڑ دو حال پہ میرے مجھ سمجھاؤ مت
چین پاتے نہیں دنیا میں مریضِ اُلفت
تم کو معلوم نہیں دردِ جگر کی لذت

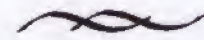
عشق کی چوٹ ابھی تم نے کہاں کھائی ہے

دیکھ کر ہوتی ہے دنیا میری حالت دیکھ کر بے چین
سوزِ الفت سے ہے پروانوں کی صورت بے چین
کر رہا ہے میرے دل کو غمِ فرقت بے چین
آنسو آنکھوں میں نظرِ در پہ طبیعت بے چین

خوب یہ دل کے لگانے کی سزا پائی ہے

عشق نے کی ہے عطا ہمت ضبطِ پیہم
اس کا شکوہ نہیں وہ لاکھ کرے ہم پہ ستم
اپنی بربادی ہستی کا ہمیں کچھ غم نہیں
وہ مٹانے پہ تلے ہیں تو مٹاتے پُرتنم

ان پہ مٹنے کی تو ہم نے بھی قسم کھائی ہے



مقابلہِ حُسن و عشق

بے وفا ہوتے ہیں یہ ان سے نہ الفت کرنا
بھول کر بھی نہ حسینوں سے محبت کرنا

مرد:

ان کی آنکھوں میں مروت کا کہیں نام نہیں
پیار کرتا ہے جو ان سے اُسے آرام نہیں

دل میں چُھ جائے جو یہ ایسی نظر رکھتے ہیں
اپنے سینے میں یہ پتھر کا جگر رکھتے ہیں

ہر قدم پہ یہ نئی چال چلا کرتے ہیں
یہ سدا چاہنے والوں سے دغا کرتے ہیں

یہ حسین چاند سا مکھڑا یہ کٹیلے ابرو
اور یہ دوش پہ بکھرے ہوئے کالے گیسو

باہر آنکھوں سے یہ نکلی ہوئی سُرے کی لکیر
بچ سکا وہ نہ کبھی جس کو لگا ہے یہ تیر

کہہ دو سب سے انہیں اپنا نہ بنائے کوئی
ان حسینوں سے کبھی دل نہ لگائے کوئی

بے وفا ہوتے ہیں یہ ان سے نہ اُلفت کرنا
بھول کر بھی نہ حسینوں سے محبت کرنا

عورت:

حُسن والوں سے غلط ہے یہ شکایت کرنا
پیار میں ٹھیک نہیں ہم سے شرارت کرنا

کیا کہا تم نے حسینوں میں مروت ہی نہیں
تم محبت جسے کہتے ہو محبت ہی نہیں

اچھے رہ سکتے نہیں اس طرح حالات سنو
جب سناتے ہو کھری تم بھی کھری بات سنو

یہ حقیقت ہے گلے ہم نے لگایا تم کو
ایک لمحہ نہ کبھی دل سے بھلایا تم کو

ہائے اس بات کو تم نے کبھی سوچا ہے ذرا
سچے عاشق کہیں معشوق کو کہتے ہیں بُرا

تم ہمیں مفت میں بدنام کیا کرتے ہو
جب نکل جاتا مطلب تو دغا کرتے ہو

بے وفا کہہ کے ہمیں پیار کا انعام نہ دو
بے وفائی کا حسینوں کو تم الزام نہ دو

حُسن والوں سے غلط ہے یہ شکایت کرنا
پیار میں ٹھیک نہیں ہم سے شرارت کرنا

مرد:

حُسن والو نہ کھری بات سناؤ ہم کو
آ کے غصے میں تم آنکھیں نہ دکھاؤ ہم کو

ان کھری باتوں کا اب سن لو ذرا ہم سے جواب
جو صلہ ہم کو وفاؤں کا دیا کر لو حساب

پیش خدمت میں کیے پیار بھرے تم نے سلام
پھر بھی ہم سے کیا تم نے نہ محبت سے کلام

چاہنے والوں کو بدنام کیا کرتے ہو
یہ وفاؤں کا صلہ ہم کو دیا کرتے ہو

ضبط سے ہم نے محبت میں بڑا کام لیا
اپنے سر مفت زمانے کا ہر الزام لیا

نحر جذبات میں آخر ہمیں بہنا ہی پڑا
جو نہ کہنا ہمیں آج وہ کہنا ہی پڑا

بے وفا ہوتے ہیں یہ ان سے نہ الفت کرنا
بھول کر بھی نہ حسینوں سے محبت کرنا

عورت:

حُسن والوں سے غلط ہے یہ شکایت کرنا
پیار میں ٹھیک نہیں ہم سے شرارت کرنا

دل سے چاہیں گے تمہیں پیار کریں گے تم سے
کر کے اقرار نہ انکار کریں گے تم سے

سچ کہا تم نے حسینوں کے پرستار ہو تم
ہم کو معلوم نہ تھا ایسے وفادار ہو تم

کوئی الفت میں خفا ہو کبھی ممکن ہی نہیں
عشق سے حُسن جدا ہو کبھی ممکن ہی نہیں

دل سے تم خوش ہو تمہیں اب تو نہیں کوئی ملا
ہم تمہارا نہ کبھی دل سے بھلائیں گے خیال

عہد کرتے ہیں ہم اس عہد کے پُرِ نَم ہیں گواہ
ہم حسینوں نے نہ بدلی ہے کبھی تم سے نگاہ

عورت:

حُسن والوں سے نہ اب کوئی شکایت کرنا

مرد:

عاشقوں سے مگر اب تم بھی نہ نفرت کرنا

مرد: السلام علیکم

عورت: وعلیکم السلام



نظم

شرابی کا سوال اور غیبی آواز

ایک شرابی کا سوال اور ایک غیبی آواز کا جواب

”سوال“ (شرابی)

یہ کیا کہ تم تو ہوش میں ہو میں نشے میں ہوں
پی کر شراب تم بھی کہو میں نشے میں ہوں

جو ہوش میں ہوں ان سے کرو عاقبت کی بات
مجھ سے نشے کی بات کرو میں نشے میں ہوں

”جواب“ (غیبی آواز)

ہوش میں آ نشے میں گھوم نہ تو
مہ کی بوتل کو منہ سے چوم نہ تو

ارے او شرابی شرابی شرابی
چھوڑ دے پینا دینا چھوڑ دے

کیوں؟

یہ بری چیز ہے پینا بھی بُرا ہے اس کا
یہ جو انسان کا دشمن ہے وہ نشہ ہے اس کا

مے کا پانی جسے کہتے ہیں وہ بے جام شراب
جو گنہگار کرے ہے یہ وہی جام شراب

ہر برائی کی طرف دھیان چلا جاتا ہے
اس کو پی لینے سے ایمان چلا جاتا ہے

یہ تواناؤں کو نادان بنا دیتی ہے
یعنی انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

پی کے بدست ہیں کیا تیری ادا ہے پیارے
جان کر تیری یہ سب تیری خطا ہے پیارے

تو نے انگور کی بیٹی کا اسے نام دیا
اور بے فائدہ انگور کو بدنام کیا

ہوش ہوتا تو دل قہر خدا سے ڈرنا
پینے والے یہ حقیقت ہے کہ نادان ہے تو

آج سے چھوڑ دے پینا جو مسلمان ہے تو
شیشہ و ساغر توڑ دے پیارے

ہاتھ سے مینا چھوڑ دے چھوڑ دے
پینا دینا چھوڑ دے پیارے

مے کی چاہت ہے تجھے یہ تیری چاہت کیسی
مے کی بوتل سے محبت ہے محبت کیسی

یہ شراب ایسی ہے جو دل کو جلا دیتی ہے
زندگی بادہ کشوں کی یہ مٹا دیتی ہے

لوگ کرتے ہیں ملامت وہ مصیبت ہے شراب
تیری ہستی پہ فقط باعثِ لعنت ہے شراب

کیوں؟

پی کے میخانے سے تجھے گھر تک جانے کے لیے
آدمی چاہیے اک راہ دکھانے کے لیے

کیوں؟

لڑکھڑاتا ہوا نشے میں جدھر جاتا ہے
ارے کبھی سیدھا کبھی پڑی سے اتر جاتا ہے

خود کو نشے میں بنایا ہے تماشا تو نے
ہوش آیا تو کہا اپنے کو پایا تو نے

او شرابی تو کہاں بات کھری کہتا ہے
مے کی بوتل کو بھی تو لال پری کہتا ہے

ارے لال پری کہتے ہیں جس کو
تو حسینہ چھوڑ چھوڑ دے

حال کیا ہو گیا نشے میں شرابی تیرا
تجھ پہ ہنستا ہے زمانہ مان لے کہنا میرا

کبھی وکی تو کبھی لال پری پیتا ہے
جن کا پینا نہیں اچھا تو وہی پیتا ہے

یہ شرابی کہیں انسان پیا کرتے ہیں
شکل انسان میں شیطان پیا کرتے ہیں

یہ شرابی نہ پیا کر یہ نہیں تیرے لیے
ان سے پرہیز کیا کر یہ نہیں تیرے لیے

جامِ وحدت بخدا تیرے لیے کافی ہے
عشقِ احمد کا نشہ تیرے لیے کافی ہے

میں شرابی جو تو کہتا ہے تجھے شرم نہیں
ہو کے بدست تو رہتا ہے تجھے شرم نہیں

بن جا انسان تو انسان کا صحابی بن کر
بے جا فخر نہ کر ایک شرابی بن کر

کہہ دو مقبول و فرید حاجی پر تم کا پیام
پینے والے تیرا جینا ہے حقیقت میں حرام

اے دوست تیرے پیار کی جاگیر ملے گی
اُن آنکھوں میں تجھ کو تری تصویر ملے گی

پرِ نعم الہ آبادی





گیت

ٹوٹا ہوا دل لے کر ایسے پھرتا ہوں میں درد نگر میں
جیسے کوئی ٹوٹی تپا آن پھنسی ہو بیچ بھنور میں

مجبوراً پردیس کو جائے دیس کسی کا جیسے چھوٹے
چوڑی جیسے توڑ دے بیوہ ہاتھ سے کنکن جیسے ٹوٹے

دل ہے اک آوارہ وحشی جیسے کوئی پاگل چریا
پریاس کی ماری ویراں آنکھیں یوں ہیں جیسے سوکھے دریا

مجبوراً اُس نے مجھ کو ٹوٹا راہ میں رہزن جیسے لوٹے
پیڑ گرے آندھی میں جیسے شاخ ہوا سے جیسے ٹوٹے میرا دل

کیسے جئے وہ تنہائی میں جس کا چھوٹ گیا ہو
کیسے اڑے وہ ایک پرندہ جس کا بازو ٹوٹ گیا ہو

جیسے اک گرنے والے کا ہاتھ پکڑ چھوڑ دے کوئی
جیسے پتھر مار کے یارو نازک شیشہ توڑ دے کوئی میرا دل

غم کے ہاتھوں پیار میں جیسے چین کی دنیا لٹ جاتی ہے
ایک سہاگن کے ہاتھوں سے مہندی جیسے چھوٹ جاتی ہے

اکثر تنہائی میں ایسے آنکھ سے آنسو بہہ جاتا ہے
رات کو پُر تخم جیسے کوئی تارہ ٹوٹ کے رہ جاتا ہے میرا دل





گیت

تو ججن ہمارا ہے
زندگی سے پیارا ہے

ان گلوں کے جوہن کا
تیرے دم سے گلشن کا

کیا جسیں نظارہ ہے
تو ججن ہمارا ہے

زندگی سے پیارا ہے

تیرا مسکرا دینا
اور گلے لگا لینا

تو ججن ہمارا ہے
زندگی سے پیارا ہے

ہم نے دل دیا جیسے
تو بھی دے دل ایسے

ہم سے کہہ تمہارا
تو ججن ہمارا ہے

بڑھ کے خور سے تجھ کو
رنگ نور سے تجھ کو

تو ججن ہمارا ہے

دے دیا حسن ہے دل اپنا
ترے حسن کا صدقہ

ہم نے یوں اتارا ہے

تو ججن ہمارا ہے
زندگی سے پیارا ہے

تو ججن ہمارا ہے



گیت

میں تری جان ہوں تو مری جان ہے
تیری میری یہ چاہت کی پہچان ہے

میں تری جان ہوں
تو مری جان ہے

ایک دوجے کی نظروں میں پیارے ہیں ہم
دو جسیں مہول ہیں دو ستارے ہیں ہم

جو تری شان ہے وہ مری شان ہے
میں تری جان ہوں تو مری جان ہے

پیار اک دوسرے سے کریں گے یونہی
دم محبت کا ہر دم بھریں گے یونہی

میں تری آبرو تو مری آن ہے
میں تری جان ہوں تو مری جان ہے

تو ہے میری خوشی میں ہوں تیری خوشی
تو میری زندگی میں تیری زندگی

میں فدا تجھ پہ تو مجھ پہ قرباں ہے
میں تری جان ہوں تو مری جان ہے

تری میری یہ چاہت کی پہچان ہے
میں تری جان ہوں تو مری جان ہے





محلہ اقبال صابری

۰۳۰۷-۶۰۳۸۹/۶

گیت

آ جا رے مورا سونا پڑا سنسار

پیاری صورتیا آ کے دکھا جا اوسا جن اک بار آ جا رے

چپ چپ سے یہ نظارے ہیں درد کے مارے

رُو رُو دل یہ پکارے تو آ جا رے پیارے

یاد تری تڑپاتی ہے ہر دم آئے نہ موہے قرار آ جا رے

رات کو نیند نہ آئے جیا گھبرائے

چندا کو دیکھ کے ساجن رہا ناہیں جائے

تجھ سے بچھڑ کے پیارے سنو جینا ہوا دشوار آ جا رے

مُھول اداس ہیں تجھ بن سجن اب آ جا
آس کی کلیوں کو بھی تو آ کے کھلا جا

مُھول اداس ہیں تجھ بن پیا اب آ جا
اُجڑا ہوا ہے پیار کا گلشن روٹھی ہوئی ہے بہار آ جا رے

آ جا رے مورا سونا پڑا سنسار

پیاری صورتیا آ کے دکھا جا اوسا جن اک بار آ جا رے
چپ چپ تجھ بن گنتے ہیں مجھ کو آج درد دیوار

تجھ سے بچھڑ کے سنو ریا جینا ہوا دشوار
رات نیند کو نیند نہ آئے جیا گھبرائے

چندا کو دیکھ کے ساجن رہا ناہیں جائے
مُھول اداس ہیں تجھ بن سجن اب آ جا

آس کی کلیوں کو بھی تو آ کے کھلا جا
اُجڑا ہوا ہے پیار کا گلشن روٹھی ہوئی ہے بہار آ جا رے



متفرقات

ہجر جاناں میں گئی جان بڑی مشکل سے
میری مُشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے

جی رہا ہوں تجھ بن ایسے غمگساروں کے بغیر
زندگی مفلس کی جیسے ہو سہاروں کے بغیر

دعوتِ نظارہ دیتا ہے ہمیں اُن کا جمال
وہ سرِ محفل بلاتے ہیں اشاروں کے بغیر

☆☆

بار بار اُن کا اعتبار کیا
ہم نے یہ جرم بار بار کیا

☆☆

ہے جو نامِ وفا سے ناواقف
ہم نے اُس بے وفا سے پیار کیا

☆☆

گیسوئے یار کے تصور نے
دامنِ دل کو تار تار کیا

☆☆

مرتے دم تک مریض نے تیرے
تیرے آنے کا انتظار کیا





قطعہ

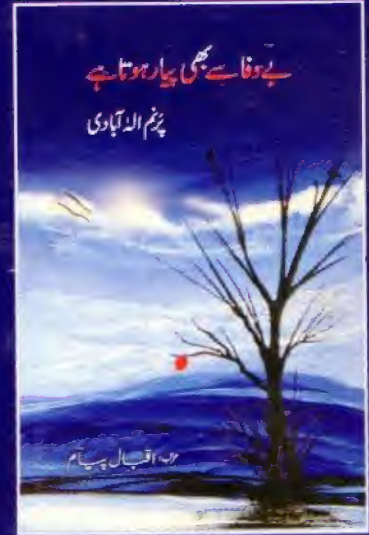
تری خوشی ہو تو ہر غم میں ڈھل جائے
ترا کرم ہو تو قسمت مری بدل جائے

عزیزو اس میں کوئی شک نہیں دم آخر
اگر وہ آئیں تو مرنے کا وقت ٹل جائے



اُستاد پُر نعم الہ آبادی کا کلام برصغیر کے نامور گلوکاروں اور قوالوں نے گایا اور وہ عوامی سطح پر بے حد مقبول ہوا۔ اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

- (حمد) اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔ عارف لوہار
- بھر دو جھولی مری یا محمدؐ۔۔۔۔۔ حاجی غلام فرید صابری
- سلطان حرم ہو جائے کرم۔۔۔۔۔ حاجی غلام فرید صابری
- رسولوں کے سردار تشریف لائے۔۔۔۔۔ راحت فتح علی خان
- پروردگار موت نہ میری حرام ہو۔۔۔۔۔ عزیز میاں قوال
- اس شان کرم کا کیا کہنا۔۔۔۔۔ انڈیا فلم کچے دھاگے۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- جلوں سے محمدؐ روشن میرا سینہ ہے۔۔۔۔۔ عزیز میاں قوال
- ہو کرم شاہ مدینہ بڑی شان ہے تمہاری۔۔۔۔۔ بہاؤ الدین قوال
- کتنا خدا کو میرے محمدؐ سے پیار ہے۔۔۔۔۔ چھوٹے صالح محمد قوال
- دیکھنا ہے چلو شہر مدینہ دیکھو۔۔۔۔۔ دولہا خاں قوال (کراچی)
- بن کے آیا ہوں سوالی تم ہو دیکھو کے والی۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- سلامی کر بلا میں کیا قیامت کی گھڑی ہوگی۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- اولال مری پت رکھیو۔۔۔۔۔ رونا لیلیٰ۔۔۔۔۔ میڈیم نور جہاں۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- دولت دنیانہ عقیٰ کا خزینہ چاہیے۔۔۔۔۔ عزیز نازاں (معروف قوال انڈیا)
- تمہیں دل لگی بھول جانی پڑیں گی۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- میرا غم اور میری ہر خوشی تم سے ہے۔۔۔۔۔ استاد نصرت فتح علی خان
- بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے۔۔۔۔۔ مٹی بیگم، استاد نصرت فتح علی خان
- او شرابی چھوڑ دے پینا، پینا وینا چھوڑ۔۔۔۔۔ غلام فرید صابری
- میرا دل تم ہو میری جان تم ہو۔۔۔۔۔ راحت فتح علی خان
- یار کے سامنے اغیار بُرے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ استاد حامد علی خان
- آپ معشوق کیا ہو گئے عاشقوں کے خدا ہو گئے۔۔۔۔۔ رجب علی
- بے وفا اب تری محفل میں نہیں آؤں گا۔۔۔۔۔ عارف لوہار
- ہماری طرف سے سلام ان کو دینا۔۔۔۔۔ اے آر رحمان (کراچی)



ISBN: 978-969-9348-05-1